جاسوسی ڈائجسٹ : جون 1991
زہریلا پھول
محی الدین نواب
سیف الملوک عباسی۔ محمد نعمان۔
ناصر محمود۔ محمد جاوید علی

زہریلا پیار

محی الدین نواب

پیدائش سے ہی اس کے جسم میں سانپوں کا زہر داخل کیا جاتا رہا تھا۔اس کا وجود انسانی اور خمیر سانپ کا بن گیا تھا۔جب بھی اپنے خمیر کا کوئی حوالہ اسے کہیں سے ملتا، اُس کی حیوانی جبلت عود کر آتی۔ وہ وحشت آمیز مستی کے زیرِ اثر جھومنے لگتی لیکن اُسے نہیں معلوم تھا کہ وہ ایک ناگن ہے۔اس کی رگوں میں خون کے ساتھ زہر بھی دوڑ رہا ہے۔ اس پری جمال کے محبوب پر یہ راز کھل گیا تھا مگر وہ کسی طور بھی اپنی محبت سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھا

محبت [illegible] میں بھی ہوئی ایک [illegible] کی تحریر

ستاروں نے اتنے زخم لگائے تھے کہ آسمان چھلنی ہو رہا تھا۔ زخمی آسمان کے سائے میں بستی کے لوگ سو رہے تھے۔ چاندنی لال کوٹھی کی ایک کھڑکی سے گزر کر کمرے کی تاریکی میں چمکیلے غبار کی طرح پھیل گئی تھی۔ کمرے کے اندر اور باہر دونوں طرف گہری خاموشی اور سناٹا تھا۔ فضا میں ایسی کشیدگی اور ایسا تناؤ پیدا ہو گیا تھا جیسے اندر اور باہر سناٹے کی دو فوجیں پیش قدمی کے لئے دم بخود ہو کر کسی اشارے کی منتظر ہوں۔ یہ رات کا دھڑکتا ہوا سناٹا ضرور کسی ہنگامے کو جنم دینے والا تھا۔

وہ دبے پاؤں سہم سہم کر چلتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی۔ کمرے کے اندر وہ ایک متحرک سائے کی طرح نظر آ رہی تھی۔ جب وہ کھڑکی کے فریم میں آ کر ایک تصویر کی طرح جڑ گئی تو اس کے چہرے کی چاندنی کے سامنے چاند پھیکا پڑ گیا۔ وہ سہما سہما سا حسن بڑا جان لیوا تھا مگر اس وقت اس حسن والی کی جان نکلی جا رہی تھی۔

... وہ بڑی بے چینی سے دور تک نظریں دوڑا رہی تھی۔ کہیں سے کوئی اشارہ ملنے والا تھا۔ کوئی وعدہ تھا جو وفا ہونے والا تھا۔

وعدہ وفا ہو گیا۔ اچانک ہی اشارہ ملا۔ ایک کار کی ہیڈ لائٹس موڑ کاٹنے کے دوران نیم دائرے میں گھومتی ہوئی کھڑکی پر سے پھسلتی ہوئی اور اس کے گلابی مکھڑے کو چومتی ہوئی گزر گئیں۔ کوٹھی کے سامنے سڑک پر بریک لگانے کی آواز سنائی دی، دروازہ کھلا اور بند ہوا۔ رات کا سینہ دھڑک کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد کھڑکی کے نیچے رازدارانہ سرگوشی سنائی دی۔ "لارا کیا تم تیار ہو؟"

"میں باہر نہیں آ سکتی۔ کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔ وہ دونوں نچلی منزل کے کسی کمرے میں موجود ہوں گے۔ ... مجھے کبھی یہاں سے نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔ میں دہشت سے مری جا رہی ہوں۔ مجھے یہاں سے نکالو مراد۔"

مراد نے کہا۔ "حوصلہ رکھو۔ میں رسّی پھینک رہا ہوں۔ تم اسے کھڑکی کے فریم یا کسی بھاری صوفے کے پائے سے باندھ کر اس کے سہارے نیچے اتر آؤ۔"

رسّی سانپ کی طرح لہراتی ہوئی اوپر آئی۔ پھر بل کھا کر کھڑکی کے اندر پہنچ گئی۔ تصویر فریم سے غائب ہو گئی تھی۔ جب وہ دوبارہ نظر آئی تو اس نے کہا۔ "میں نے رسی باندھ دی ہے۔ مگر کس طرح لٹک کر آؤں؟ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"آزادی کے لئے جان کی بازی لگانی پڑتی ہے۔ گھبراؤ نہیں، میرے بازو بہت مضبوط ہیں۔ اگر تم گرنے لگو گی تو میں تمہیں بازوؤں میں سنبھال لوں گا۔"

"مراد! وہ لوگ آ رہے ہیں۔ کمرے کے باہر قدموں کی آواز سنائی دے رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ کھڑکی کے باہر رسی پکڑ کر لٹک گئی۔ پھر ادھر سے ادھر جھولتی ہوئی آہستہ آہستہ نیچے کی طرف سرکنے لگی۔ اسی وقت اوپری منزل سے دروازہ پیٹنے کی آواز آئی۔

"لارا! تم نے دروازے کو اندر سے کیوں بند کیا ہے؟ جلدی کھولو۔ تم خاموش کیوں ہو؟ جواب دو۔"

رات کے سناٹے میں زور زور سے دروازہ پیٹنے کی آواز گونجتی جا رہی تھی۔ دھپ دھپا دھپ دھپ کی آواز لارا کے کانوں میں ایسے آ رہی تھی جیسے بڑے بڑے ڈھول پیٹے جا رہے ہوں۔ ایکدم سے اس کی حالت عجیب سی ہو گئی۔ ہاتھوں سے رسّی چھوٹ گئی۔ اسے پتا نہیں چلا کہ مراد نے اسے کس طرح تھام لیا ہے۔ وہ ہوش سے بیگانہ ہو کر ایسے جہاں میں پہنچ گئی تھی، جہاں بڑے بڑے ڈھول بج رہے تھے اور بہت سے سائے

اپنے ہاتھوں میں نیزے لئے اس کے چاروں طرف وحشیانہ انداز میں رقص کر رہے تھے۔

"لارا! ہوش میں آؤ۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" مراد نے اس کے رخساروں کو تھپتھپا کر اسے آوازیں دیں مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ آنکھیں کھلی رکھنے کے باوجود گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اوپری منزل میں اب شور بڑھتا جا رہا تھا۔ آوازوں سے پتا چل رہا تھا کہ وہ لوگ لارا کے کمرے کا دروازہ توڑ رہے ہیں۔ مراد نے اسے فوراً ہی کاندھے پر لاد لیا۔ پھر دوڑتا ہوا کار کے پاس پہنچا۔ اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس نے لارا کو بٹھا دیا۔ اس طرف کا دروازہ بند کرنے کے بعد وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ اسی وقت اوپری منزل کی کھڑکی سے آواز آئی۔ "یہ دیکھو... رسی لٹک رہی ہے۔"

"رسی کیا دیکھ رہے ہو؟" دوسری آواز نے کہا۔ "اس کار کو دیکھو۔ وہ بھاگ رہی ہے۔ جلدی چلو...."

کار تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی اس لال کوٹھی کو بہت پیچھے چھوڑتی چلی گئی۔ مراد نے ڈرائیو کرتے ہوئے کن انکھیوں سے لارا کی جانب دیکھا۔ وہ گم صم بیٹھی تھی۔ کھڑکی سے آنے والے ہوا کے جھونکے اس کی تراشیدہ زلفوں کو اڑا رہے تھے۔ آخرِ شب کی نمی چہرے کے کھلے ہوئے گلاب کو شبنم کی طرح بھگو رہی تھی۔ اس میں اور زیادہ تازگی اور نکھار پیدا کر رہی تھی۔ اتنے حسین نظارے کے باوجود وہ سنگِ مرمر کی خاموش مورتی بنی ہوئی تھی۔

"لارا... کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

مراد کی آواز سن کر وہ پلکیں جھپکنے لگی۔ پھر اس نے سر گھما کر دیکھا۔ "مراد... میں... کیا میں تمہارے پاس پہنچ گئی ہوں؟"

"ہاں... میری جان، تم میرے پاس ہو۔ یہ تمہارا خواب نہیں ہے۔"

"میں اس کار میں کیسے آگئی؟ مجھے بتاؤ۔ کیا ہو گیا تھا مجھے؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں؟ تم خود سوچو کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا؟"

وہ خوابیدہ سی آواز میں کہنے لگی۔ "میرے کانوں میں بہت سے ڈھول بج رہے تھے، ایسا اکثر ہوتا ہے۔ جب کوئی دروازے پر ہاتھ مار مار کر دستک دیتا ہے تو وہ آواز مجھے بہت دور ایسی جگہ لے جاتی ہے، جہاں ننگے وحشی ہاتھوں میں نیزے لئے ڈھول تاشے کی تال پر رقص کرتے ہیں۔"

"تم نے کسی فلم میں آدم خور وحشیوں کا رقص دیکھا ہوگا؟"

"نہیں... میں نے فلموں کا ذکر سنا ہے لیکن کبھی فلم نہیں دیکھی۔ آج میں نے پہلی بار لال کوٹھی کے باہر قدم رکھا ہے۔"

"تعجب ہے! تمہاری عمر اٹھارہ یا بیس برس ہوگی۔ میں نے تمہارے پاسپورٹ میں بیس برس کی عمر لکھائی ہے۔ تمہارے تمام کاغذات مکمل ہیں۔ ہم ایک گھنٹے بعد یہ ملک چھوڑ دیں گے۔ ...ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ بیس برس تک تم نے کیسی زندگی گزاری ہے؟ کیا بچپن سے اب تک اس کوٹھی میں ایک قیدی کی طرح رہتی آرہی ہو؟"

"میں کیا بتاؤں، میری سمجھ میں نہیں آتا۔ دو برس پہلے میں کہاں تھی؟ کیا تھی؟ زندہ تھی یا مردہ؟ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ صرف دو برس کی روداد سنا سکتی ہوں۔ میں بولنا نہیں جانتی تھی۔ انہوں نے مجھے یہ انگریزی زبان سکھائی۔ ایک بوڑھی عورت میرا لباس تیار کرتی تھی۔ مجھے چلنے پھرنے اور کھانے پینے کے طور طریقے سکھاتی تھی میں چھپ چھپ کر ان کی باتیں سنتی رہتی تھی۔ ...ایک بار وہ شخص جس کا نام فرائیڈ ہے، اپنے ساتھی لارنس سے کہہ رہا تھا۔ "ہم نے لارا کو دو برس میں اتنا سکھا دیا ہے کہ وہ اس مہذب دنیا میں زندگی گزار سکتی ہے مگر اب بھی خطرہ باقی ہے۔"

لارا یہ کہہ کر ذرا چپ ہوئی۔ پھر اس نے مراد سے پوچھا۔ "اس کا مطلب کیا ہوا کہ اب بھی خطرہ باقی ہے؟ کیا میں خطرناک ہوں؟"

اس نے کار کی رفتار دھیمی کر دی تاکہ اپنے پاس بیٹھی ہوئی خطرناک دوشیزہ کو نظر بھر کر دیکھ سکے۔ کار کی اندرونی روشنی میں اس کا گلابی گلابی سا وجود دمک رہا تھا۔ اسکرٹ اور بلاؤز میں اس کے خدوخال نمایاں ہو رہے تھے۔ چہرے کے نقوش بڑے ہی تیکھے اور جاذب نظر تھے۔ اسے ہتھیلیوں کے پیالے میں لے کر ایک ایک نقش کو چومتے رہنے کا جی چاہتا تھا۔ اس کنوارے مکھڑے پر اتنی معصومیت تھی کہ وہ کسی پہلو سے خطرناک نظر نہیں آتی تھی۔ ہاں اگر جوانی میں ایسی حسینہ کی قربت سے خطرے کی گھنٹی بجتی ہے تو بےشک وہ خطرناک تھی۔

"نہیں میری جان!" اس نے کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم خطرناک نہیں ہو۔ یہ خیال اپنے دل سے نکال دو۔ پتا نہیں فرائیڈ اور لارنس کس تجربے کے تحت تمہیں خطرناک کہہ رہے تھے۔ ہو سکتا ہے تمہارے پیچھے کوئی ایسا راز ہو جس کے فاش ہونے سے وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔ اسی لئے وہ تمہیں خطرناک سمجھتے ہیں اور شاید اسی لئے تمہیں اب تک ساری دنیا سے چھپا رکھا تھا۔"

لارا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں، ایسا ہو سکتا ہے۔"

"تم فرائیڈ اور لارنس کے متعلق جو کچھ جانتی ہو، مجھے بتاؤ۔ اس طرح میں تمہارے متعلق بھی جان سکوں گا۔"

"مراد! ابھی اُن کا ذکر نہ کرو۔ مجھے پہلی بار آزادی ملی ہے۔ تم اس لال کوٹھی سے باہر کی باتیں کرو۔ مجھے بتاؤ کہ یہ دنیا کیا ہے، دیکھنے میں کیسی ہے؟"

"میں تمہیں ساری دنیا کی سیر کراؤں گا۔ فی الحال اس دنیا کو آواز کے ذریعے سنو اور سمجھو...."

"یہ کہہ کر اس نے کار ریڈیو کو آن کر دیا۔ کار کی محدود فضا

میں اچانک ہی آرکسٹرا کی آواز گونجنے لگی... "یہ دنیا سُر سنگیت کی طرح میٹھی بھی ہے اور دردناک بھی....."

اس نے ریڈیو کے ڈائل پر کانٹے کو آگے سرکا دیا۔ اسٹیشن بدلتے ہی قہقہوں کا سیلاب اُمڈ آیا۔ بہت سے لوگ شور مچا رہے تھے۔ سیٹیاں بجا رہے تھے اور تالیاں پیٹ رہے تھے۔

"یہ بھی ہماری دنیا ہے۔ یہاں ایک کو بیوقوف بنا کر دوسرے لوگ قہقہے لگاتے ہیں اور خوش ہو کر تالیاں بجاتے ہیں۔"

اس نے پھر ایک بار ڈائل پر کانٹے کو سرکایا۔ اس بار ایک عورت کی دل ہلا دینے والی چیخ سنائی دی۔ وہ چیخ ایک تیز خنجر کی طرح رات کے سینے میں دور تک اترتی چلی گئی تھی۔ شاید اس عورت کی عزت کی دھجیاں اڑائی جا رہی تھیں' یا اسے بڑی سفاکی سے قتل کیا جا رہا تھا... یا... یا پھر... ہاں' ہاں' یا پھر وہ عورت ہی خطرناک تھی۔ اپنا روپ بدل کر ہذیانی انداز میں چیختی ہوئی اپنے قریب بیٹھے ہوئے شکار کو دبوچ رہی تھی۔

مراد نے کہا۔ "یہ بھی ہماری دنیا کا ایک روپ ہے...."

○☆○

فرائیڈ اور لارنس تیزی سے دوڑتے ہوئے نچلی منزل میں آئے۔ لارا کی کار نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ وہ بھاگتے ہوئے گیراج میں پہنچے۔ کار کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہی فرائیڈ نے اسے اسٹارٹ کیا مگر کار کا انجن شور مچا کر خاموش ہو گیا۔ ایندھن کا کانٹا بتا رہا تھا کہ پٹرول ختم ہو چکا ہے۔ فرائیڈ نے جھنجلا کر کہا۔ "کیا مصیبت ہے! چلو جلدی سے پٹرول کا ٹن نکالو۔"

لارنس اگنیشن سے چابی نکال کر ڈکی کی طرف گیا۔ پھر اسے کھول کر پٹرول کا ٹن لے آیا۔ مگر کار کا پیٹ بھرنے تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ اب وہ صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے تھے کہ لارا ان سے کتنی دور جا چکی ہے اور اس نے کسی کے ساتھ فرار ہونے کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا ہے۔ جب ان کی کار آگے بڑھنے کے لئے تیار ہوئی تو پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے ائرپورٹ کی طرف کار دوڑائی۔ وہاں تک آدھ گھنٹے کا راستہ تھا۔ ایک فلائٹ پینتالیس منٹ کے بعد روانہ ہونے والی تھی۔ وہ روانگی سے پندرہ منٹ پہلے پہنچ کر انہیں تلاش کرنے لگے۔ انکوائری میں مسافروں کی فہرست دیکھی مگر اس میں لارا فرائیڈ کا نام نہیں تھا۔

"سمجھ میں نہیں آتا اسے کون بھگا کر لے گیا ہوگا؟"

لارنس ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولا۔ "ہم نے آج تک کسی کو اس کے قریب نہیں آنے دیا۔ پھر وہ کیسے کسی کے قریب چلی گئی؟"

فرائیڈ ٹریفک سگنل کی پروا کئے بغیر گاڑی کو تیزی سے بھگاتا چلا گیا۔ اب وہ جلد از جلد بندرگاہ تک پہنچنا چاہتے تھے۔ ایک بحری جہاز پانچ بجے روانہ ہونے والا تھا اور اب پانچ بجنے میں پانچ منٹ رہ گئے تھے۔

"ہم پانچ منٹ میں جہاز تک نہیں پہنچ سکیں گے۔" لارنس نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ جہاز کی روانگی میں کسی وجہ سے دیر ہو جائے۔ اسی امید کے سہارے میں وہاں تک جا رہا ہوں۔"

"وہ نہ ملی تو رپورٹ لکھوانی ہوگی۔"

"پولیس کی مدد لینے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وہ بالغ ہو چکی ہے' کورٹ میں پہنچ کر اپنے عاشق کی حمایت میں بیان دے گی۔"

یہ کہتے وقت فرائیڈ کی آواز میں آنسوؤں کی کپکپاہٹ پیدا ہو گئی۔ اس نے انہیں ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"وہ میری بیٹی ہے۔ ایسی بدنصیب بیٹی ہے' جو کبھی کسی کی دلہن نہیں بن سکتی۔ اسی لئے میں نے اسے لال کوٹھی سے باہر جانے کی اجازت کبھی نہیں دی۔ ہم اس کی نگرانی کرتے رہے کہ کہیں کوئی نوجوان اس کی زندگی میں محبوب یا شوہر بن کر نہ آجائے۔ مگر کوئی آہی گیا۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ لارا کو سب کچھ بتا دیا جائے مگر تم نے میری بات نہیں مانی۔"

فرائیڈ نے کہا۔ "میں اچانک ہی اپنی بیٹی کو سب کچھ بتا کر اسے شاک نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتی کہ مکمل انسان نہیں ہے۔ انسان کے علاوہ بھی کچھ ہے...."

یہ کہہ کر وہ ذرا دیر کے لئے چپ ہو گیا۔ ونڈ اسکرین کے سامنے دور تک نظر آنے والی سڑک پر کار ایک گولی کی طرح سنسناتی ہوئی بھاگ رہی تھی۔ اس نے رسٹ واچ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "پانچ بج کر دس منٹ ہو چکے ہیں۔ جہاز روانہ ہو چکا ہوگا۔ یا ایک بدنصیب باپ کے انتظار میں ذرا دیر کے لئے ٹھہر گیا ہوگا.... لارا میری بچی! مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔ میں تیری اور اس نوجوان کی بہتری اور سلامتی کے لئے کہاں کہاں بھاگتا پھر رہا ہوں۔"

لارنس نے اسے جھوٹی تسلی دی۔ "حوصلہ رکھو فرائیڈ! وہ ہمیں مل جائے گی۔ اب ہم بندرگاہ کے قریب پہنچ رہے ہیں۔"

فرائیڈ زیرِ لب بڑبڑانے لگا۔ "ابھی ہم نے اس خطرناک معصومہ کو اچھی طرح بولنا سکھایا تھا۔ اسے دنیاوی باتیں سمجھا رہے تھے۔ اسے کھانے پینے اور لباس پہننے کا سلیقہ آگیا ہے۔ مگر یہ محض ظاہری تبدیلیاں ہیں۔ یوں تو سب ہی منہ میں اچھی زبان رکھ کر اور اچھا لباس پہن کر اوپر سے انسان نظر آتے ہیں۔ وہ بھی اوپر سے انسان بن گئی ہے۔ ہم برسوں کی محنت سے اس کے اندر تبدیلیاں لا رہے ہیں۔ بہت حد تک کامیابی ہو چکی ہے مگر اس کے باوجود وہ ابھی.... وہ ابھی اندر سے.... اے.... ایک...."

اس کی آواز بھرا گئی۔ آنسوؤں کے اثر سے اس کے گلے

میں تھرتھراہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ ان کی منزل آگئی تھی۔ اس نے کار ایک جگہ روک دی۔ پھر کار سے فوراً ہی نکل کر اس برتھ کی طرف دوڑنے لگے' جہاں سے جہاز کو روانہ ہونا تھا۔ وقت جب بھاگنے پر آتا ہے تو بھاگتی ہوئی کار کی گرفت میں بھی نہیں آتا۔ بہت آگے نکل جاتا ہے۔ جہاز بہت آگے نہیں نکلا تھا۔ وہ دوڑتے ہوئے برتھ پر پہنچے تو لنگر اٹھ چکا تھا۔ ان سے صرف بیس گز کے فاصلے پر وہ دور ہوتا جارہا تھا۔ ان کے درمیان گہرے پانی کی خلیج حائل ہوتی جارہی تھی۔ وہ برتھ کے کنارے ہانپتے ہوئے مایوسی سے جہاز کی طرف دیکھنے لگے۔

جہاز کے عرشے پر بہت سے مسافر ریلنگ کا سہارا لئے اپنے ان بچھڑتے ہوئے عزیزوں کو دیکھ رہے تھے اور ہاتھ ہلا کر الوداع کہہ رہے تھے جو فرائیڈ اور لارنس کے اطراف دور تک کھڑے ہوئے جواباً ہاتھ ہلا رہے تھے۔

لارنس نے اچانک ہی فرائیڈ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "وہ دیکھو... لارا لائف بوٹ کے پاس ریلنگ کو تھامے کھڑی ہے۔"

"کہاں ہے؟ وہ کہاں ہے؟" فرائیڈ بے چینی سے نظریں دوڑانے لگا۔

"وہ' وہاں...." لارنس نے انگلی کا اشارہ کیا۔ "ذرا وہاں دیکھو' اس کے پاس ایک نیگرو نوجوان کھڑا ہوا ہے۔"

باپ کی نظر آخر بیٹی تک پہنچ گئی۔ اس نے لارا کو پچھلی رات کمرے میں قید کرتے وقت جس لباس میں دیکھا تھا' وہ اسی لباس میں ایک نیگرو نوجوان کا بازو تھامے اس سے چپکی کھڑی تھی۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ سہمی ہوئی ہو۔ یہی بات ہو سکتی تھی۔ کیوں کہ وہ دور ساحل پر کھڑے ہوئے فرائیڈ اور لارنس کو دیکھے جارہی تھی۔ فرائیڈ نے ہاتھ ہلا ہلا کر زور زور سے چیخنا شروع کر دیا۔

"لارا... واپس آجاؤ.... آجاؤ میری بچی...."

تمام لوگ حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔ سب لوگ جانے والوں کو الوداع کہہ رہے تھے' اور وہ کسی جانے والی کو ایسے وقت واپس بلا رہا تھا جب کہ جہاز روانہ ہو چکا تھا' اس کے لئے ساحل پر واپس نہیں آسکتا تھا۔ آس پاس کے کچھ لوگ پوچھنے لگے "کیا بات ہے؟" فرائیڈ کو ہوش آیا کہ وہ احمقانہ انداز میں بیٹی کو واپس بلا رہا ہے۔ وہ وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ چلا گیا۔ جب تک بیٹی نظر آتی رہی اسے آنسو بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔

لارنس نے کہا "ہمیں معلوم کرنا چاہئے کہ لارا کس کے ساتھ جارہی ہے؟ وہ نیگرو کون ہے؟"

فرائیڈ واپس مڑ کر کسٹم آفس کی طرف جاتے ہوئے بڑبڑانے لگا۔ "کسٹم آفیسر سے میری پرانی جان پہچان ہے۔ میں اس سے معلومات حاصل کروں گا۔"

"ہم ریڈیو گرام کے ذریعے اس نوجوان کو جہاز پر ہی خطرے سے آگاہ کر سکتے ہیں۔" لارنس بولا۔

"فضول ہے۔" فرائیڈ نے کہا۔ "ہماری تہذیب میں ایک دوسرے کی قربت عام ہے' ہم ریڈیو گرام میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ لارا کے قریب نہ جائے۔ وہ دونوں جوان ہیں' نہ ہماری بات سمجھیں گے' نہ اس پر عمل کریں گے۔"

وہ کسٹم آفس میں داخل ہو گئے۔ فرائیڈ کے آفیسر دوست نے گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا۔ فرائیڈ کی فرمائش پر اس نے جہاز پر جانے والے مسافروں کی فہرست منگوائی۔ فہرست میں ایک جگہ مراد مسعودی اور مسز لارا مراد لکھا ہوا تھا۔ آفیسر نے ان کے کاغذات کی نقل دیکھ کر بتایا۔ "مراد مسعودی ایک نیگرو مسلمان ہے۔ اس کے ساتھ لارا جیسی خوبصورت' انگریز لڑکی کو دیکھ کر مجھے افسوس ہوا تھا۔ یہ الجزائر کے مسلمان ہم سے اپنی آزادی حاصل کرنے کے بعد ہماری خوبصورت لڑکیوں کو بھی چھین کر لے جارہے ہیں۔ ان کے ہاں اتنی دولت ہے کہ لڑکیاں خود ہی پھسل جاتی ہیں۔"

"وہ کہاں جارہے ہیں؟" لارنس نے پوچھا۔

"وہ الجیریا کی بندرگاہ پر اتریں گے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ تمہاری بیٹی ہے۔ ورنہ جہاز کی روانگی سے پہلے ہی تمہیں فون پر اطلاع دے دیتا۔"

وہ دونوں دفتر سے باہر آگئے۔ اب وہ جہاز دور سمندر میں ایک دھبے کی طرح نظر آرہا تھا۔ لارنس نے کہا "اب کیا ہوگا فرائیڈ؟ مراد مسعودی ہمارے ریڈیو گرام پر عمل نہیں کرے گا۔ معلوم ہوتا ہے اسے اب تک لارا کے قریب آنے کا موقع نہیں ملا۔ اسی لئے وہ اس کے ساتھ زندہ نظر آرہا تھا۔"

فرائیڈ نے جھنجلا کر کہا۔ "اچھا ہے کمبخت مرجائے۔ وہ مجھ سے میری بیٹی چھین کر لے گیا ہے۔ اسے موت کی سزا ہی ملنی چاہئے۔ مجھے صرف اس بات کی فکر ہے کہ وہ مرے گا تو جہاز کے تمام مسافروں کے لئے لارا ایک دہشت بن جائے گی۔ آؤ اگر کسی قریبی فلائیٹ میں سیٹ مل گئی تو ہم ان سے پہلے ہی الجیریا پہنچ جائیں گے۔ میری دعا ہے کہ جہاز میں کوئی ہنگامہ نہ ہو۔"

وہ دونوں پھر تیزی سے اپنی کار کی طرف بڑھ گئے۔

○☆○

نیلا آسمان سمندر کی لہروں کو نیلگوں بنا رہا تھا۔ مسافر ریلنگ پر جھکے ہوئے تھے اور اژدھے کی طرح بل کھا کر ڈوبتی ابھرتی لہروں کو دیکھ رہے تھے۔ لارا بھی ٹکٹکی باندھے ان لہروں کو تک رہی تھی' اور مراد اسے خاموشی سے دیکھے جارہا تھا۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ لارا دماغی طور سے حاضر نہیں ہے۔ اسے پچھلی رات کا واقعہ یاد آیا' جب وہ کھڑکی سے رسی کے سہارے اترتے وقت گر پڑی تھی۔ ...اس نے اس حسینہ کو دونوں بازوؤں میں تھام لیا تھا۔ اس وقت بھی وہ غیر حاضر دماغ تھی۔ اس نے پریشانی سے سوچا' یہ نگاہوں کے سامنے رہ کر بھی کہاں گم ہو جاتی ہے؟

اس وقت تو وہ لہروں میں گم ہو گئی تھی۔ پتا نہیں اسے کون سا دلچسپ تماشا نظر آرہا تھا؟ اگر تشبیہ و استعارے کے پیش نظر سوچا جائے تو وہ لہریں سانپ بن کر اس کی نگاہوں کے سامنے لہراتی ہوں گی۔ مراد نے بڑی نرمی اور محبت سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ لارا نے نظریں گھما کر دیکھا تو اس کی آنکھوں سے ٹوٹے ہوئے خواب کا کرب جھلک رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟"

"آں... پتا نہیں کیوں، جی چاہتا ہے کہ اس بل کھاتے ہوئے پانی کو دیکھتی رہوں۔"

"یہ لہریں سانپ کی طرح بل کھاتی جارہی ہیں' کیا تم نے کبھی سانپ دیکھے ہیں؟"

"ہاں... ایک بار میں فرائیڈ کے کمرے میں گئی تو وہاں میز پر ایک موٹی سی کتاب کھلی ہوئی تھی۔ اس میں کتنے ہی سانپوں کی تصویریں تھیں۔ وہ سانپ مجھے بہت اچھے لگے۔ مجھے یوں لگا جیسے ان سے میرا بہت پرانا رشتہ ہے۔ میں بے اختیار اس کتاب سے لپٹ گئی۔ پھر نہ جانے کیوں ان سانپوں کو چوم لیا۔"

"معلوم ہوتا ہے، تم دماغی مریضہ ہو۔ میں تمہیں کسی بہت بڑے ماہر نفسیات کے پاس لے چلوں گا۔"

"فرائیڈ اور لارنس بھی میرا علاج کرتے رہتے تھے۔ روزانہ انجکشن لگاتے اور طرح طرح کی دوائیں کھلاتے تھے۔ وہ جو ساحل پر کھڑا ہاتھ ہلا ہلا کر مجھے واپس بلا رہا تھا' اس کا نام فرائیڈ ہے' وہ کہتا ہے کہ میں اس کی بیٹی ہوں۔ جب مجھے سمجھایا گیا کہ بیٹی کا رشتہ کیا ہوتا ہے تو میں نے اسے ڈیڈی کہنے سے انکار کر دیا۔ باپ ایسا ظالم نہیں ہوتا' جیسا وہ ہے۔"

"وہ کیسے کیسے ظلم کرتا تھا؟"

"یہی کہ مجھے ساری دنیا سے چھپا کر ایک کمرے میں بند رکھتا تھا۔ کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ جب میں باہر جانے کی ضد کرتی تو وہ مجھے ڈانٹ کر چپ رہنے پر مجبور کر دیتا تھا۔"

"اسے اور اس کے ظلم کو بھول جاؤ۔ اب تم آزاد ہو۔ تم اس دنیا کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ دیکھو' سمندر کے سینے پر جہاز کی یہ چھوٹی سی دنیا ہے۔ یہاں کتنے ہی ملکوں اور قوموں کے لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ یہاں تمہیں طرح طرح کے لباس نظر آئیں گے اور طرح طرح کی بولیاں سنائی دیں گی۔ میرے ساتھ آؤ' میں تمہیں یہ دنیا دکھاتا ہوں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر اس حصے سے گزرنے لگا جہاں ایک قطار میں چار کیبن نظر آرہے تھے۔ چوتھا کیبن ان دونوں کے لئے مخصوص تھا۔ اس نے کیبن کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"یہ کیبن ہمارے لئے ہے۔ جہاز کی سیر کرنے سے پہلے میرا دل تم سے پیار کی باتیں کرنے کے لئے مچل رہا ہے" وہ اپنی حسین محبوبہ کا ہاتھ تھام کر اندر آگیا۔ پھر کیبن کے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے بولا۔ "تمہارے بیان کے مطابق آج تک کوئی نوجوان تمہارے قریب نہیں آیا۔ یعنی فرائیڈ اور لارنس نے کسی کو تمہارے قریب آنے کا موقع نہیں دیا۔ پہلی بار میں تم سے اتنا قریب ہوں۔"

اس نے پھول جیسے مکھڑے کو دونوں ہتھیلیوں میں سجا کر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم اس لمس سے بھی ناآشنا ہو؟"

"ہاں..." لارا نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "ایک شام میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تھا۔ باہر سڑک پر سے ایک نوجوان جوڑا ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے گزر رہا تھا۔ ذرا آگے جا کر مرد نے عورت کی کمر میں بازو حمائل کر دیا اور پھر اسے پیار کیا۔ میں نے پہلی بار ایسا منظر دیکھا تھا۔ پتا نہیں کیوں میرا دل دھڑکنے لگا تھا۔ جو کچھ دیکھا' وہ اچھا لگ رہا تھا۔ ایک بے چینی سی پیدا ہو گئی تھی کہ کوئی مجھے بھی اسی طرح ساتھ لے کر چلے' اسی طرح پیار کرے۔"

مراد بے تابی سے پیش قدمی کرنے ہی والا تھا کہ کیبن کے دروازے پر دستک ہونے لگی۔ مراد نے ناگواری سے دروازے کی جانب دیکھا۔ پھر لارا سے معذرت چاہتے ہوئے اٹھ کر گیا۔

لارا بولی "آہ میرے دوست! پیار کی ابتدائی منزل میں چھوڑ کر جا رہے ہو۔ واپس آجاؤ...."

مراد دروازہ کھول کر باہر آیا۔ وہاں جہاز کا فرسٹ میٹ ایک انگریز مسافر کے ساتھ کھڑا تھا

"سوری مسٹر! اس نے عاجزی سے کہا۔ "آپ غلطی سے اس کیبن میں آگئے ہیں۔ دراصل ترتیب کے لحاظ سے یہ چوتھا کیبن ہے۔ مگر یہ کیبن نمبر چار نہیں ہے۔ آپ اپنی مسز کے ساتھ باہر آجائیں۔ خلاصی آپ کا سامان اس سامنے والے کیبن میں منتقل کر دے گا۔"

دروازوں پر نمبر نہیں لکھے ہوئے تھے۔ مراد ترتیب سے گنتے ہوئے کیبن میں چلا گیا تھا۔ اس نے دروازہ کھول کر انتظار میں کھڑی ہوئی لارا سے کہا۔ "ہنی! باہر آجاؤ۔ ہمارا کیبن تبدیل ہو رہا ہے۔"

وہ باہر آگئی۔ مراد اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر ڈائننگ ہال کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "سامان کے ٹرانسفر ہونے میں ذرا وقت لگے گا۔ آؤ ہم ہلکا سا ناشتا کر لیں۔"

لارا نے کہا۔ "جب تم میرے پاس بیٹھے تھے تو مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے اندر کا ایک ایک ذرّہ تمہاری طرف کھنچا جا رہا ہے۔ تم اٹھ کر چلے گئے تو میں بے چین سی ہو گئی۔"

"میں یہاں بھی سب کے سامنے تمہیں سینے سے لگا سکتا ہوں' مگر خلوت اور جلوت کے پیار میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ سرعام ہم پیار کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب نہیں سکتے۔ دوسروں کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔"

"تو پھر واپس چلو۔ مجھے کچھ کھانے پینے کی خواہش نہیں

ہے۔"

"میری بھی ایک ہی خواہش ہے کہ تمہیں زندگی کی لطافتوں سے آشنا کراؤں، مگر ہم ابھی کیبن میں نہیں جا سکتے۔ اس لئے پیٹ کی آگ بجھا لینا چاہئے۔"

وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہو کر ایک میز پر بیٹھ گئے۔ مراد نے مینو پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔ "تم ناشتے میں کیا پسند کرتی ہو؟"

"فرائیڈ کھانے کی میز پر میرے سامنے سارے جہاں کی نعمتیں لاکر رکھ دیتا تھا مگر میں صرف دودھ پینا پسند کرتی تھی۔"

"کیا تم ناشتے میں صرف دودھ پیئو گی؟"

"ہاں۔ فرائیڈ اور لارنس کھانے پینے کے معاملے میں بھی ظلم کرتے تھے۔ مجھے دوسری چیزیں کھانے پر مجبور کرتے تھے۔ صرف رات کے وقت دودھ پینے کی اجازت دیتے تھے۔ مگر اب تو میں آزاد ہوں۔ میں جب چاہوں دودھ پی سکتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے، میں دودھ منگوا دیتا ہوں۔ مگر ایک شرط ہے کہ میں دوپہر کو جو کھاؤں گا، تم بھی وہی کھاؤ گی۔"

"مجھے منظور ہے لیکن میں یہاں سب کے سامنے بیٹھ کر نہیں کھا سکتی۔"

"کیوں؟ یہاں کھانے میں کیا حرج ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ فرائیڈ ہمیشہ سمجھاتا رہتا تھا کہ کسی کے سامنے بیٹھ کر نہ کھانا ورنہ سامنے والے کو پتا چل جائے گا کہ میں ایک خطرناک لڑکی ہوں۔"

"یہ کیا بکواس ہے! وہ فرائیڈ اور لارنس دونوں ہی چکر باز ہیں۔ تمہیں خطرناک کہہ کر برسوں سے تمہیں دہشت زدہ کر رکھا ہے۔ اسی لئے تم خود کو اس قابل نہیں سمجھتیں کہ انسانوں کی صحبت میں بیٹھ کر کھانا بھی کھا سکو۔"

"کچھ بھی ہو مراد! جب تک میرے دل سے دہشت نہیں نکلے گی، میں تنہا بیٹھ کر ہی کھایا کروں گی۔ میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ کبھی کبھی مجھے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگتی ہے۔"

مراد نے جلدی سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میری جان! ایسا نہ سوچو۔ تم اس لئے پیدا کی گئی ہو کہ تم سے ہمیشہ محبت کی جائے۔ میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ تم کیبن میں جاؤ۔ میں تمہارے لئے دودھ بھیج دیتا ہوں۔"

اس نے لارا کے ہاتھ کو بوسہ دیا پھر وہ اٹھ کر ڈائننگ ہال سے باہر چلی گئی۔ مراد نے بیرے کو بلا کر اپنے لئے ناشتے کا آرڈر دیا اور اس سے کہا کہ کیبن نمبر چار میں دودھ پہنچا دے۔ بیرے کے جانے کے بعد وہ سر جھکا کر بڑی سنجیدگی سے لارا کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ کچھ عجیب و غریب ہستی تھی۔ دوسرے لفظوں میں کسی حد تک اسے پُراسرار نظر آنے لگی تھی۔

○☆○

مراد سے اچانک ہی اس کا سامنا ہو گیا تھا۔ لال کوٹھی کے سامنے پہنچ کر اس کی کار میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ کار سے اترنے کے بعد بونٹ اٹھا کر انجن کو چیک کرنے لگا۔ اسی وقت سامنے والی کھڑکی کی طرف نظریں اٹھ گئیں۔ وہ کھڑکی کے فریم میں لارا کے حسن کی چکا چوند دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ یوں تو اس کی نظروں سے بے شمار حسین عورتیں گزر چکی تھیں مگر لارا کی بات ہی کچھ اور تھی۔ اس وقت وہ سمجھ نہ سکا کہ اس حسینہ میں کیسی عجیب سی کشش ہے۔ اب بھی وہ اس کی رعنائیوں کو ہجے کر کے بیان نہیں کر سکتا تھا، صرف اتنا ہی سمجھ سکا تھا کہ اس کے حسن میں جو معصومیت کا رچاؤ ہے، وہ اپنی طرف دل کھینچ لیتا ہے۔

مراد کی دلچسپی اس وقت اور بڑھ گئی جب اس حسینہ نے کھڑکی سے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ وہ اشارہ سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نے جواباً اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ اگر یہاں آسکتی ہو تو آجاؤ"

لارا نے ہاتھ اٹھا کر اسے انتظار کرنے کے لئے کہا، پھر کھڑکی سے پلٹ کر کمرے کے اندرونی حصے میں چلی گئی۔ وہ انجن کی خرابی دور کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس کا ذہن کھڑکی کی طرف لگا ہوا تھا۔ وہ بار بار نظریں اٹھا کر دیکھتا جا رہا تھا اور سوچتا جا رہا تھا کہ آخر وہ کون ہے؟ ایک سفید چمڑی والی ایک سیاہ فام نوجوان سے آخر کیا کہنا چاہتی ہے؟

انجن درست ہو گیا۔ مراد نے بونٹ گرا دیا۔ مگر وہ پلٹ کر نہیں آئی۔ اسے پہلے تو یہ خیال آیا کہ وہ بیوقوف بنا رہی تھی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ اب وہاں سے جانا چاہتا تھا مگر دل کی بے چینی کار اسٹارٹ کرنے کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد وہ کھڑکی میں دوبارہ نظر آئی۔ اس کے ہاتھ میں کاغذ کی ایک چھوٹی سی گولی تھی۔ اس نے پوری قوت سے گولی کو کوٹھی کے احاطے کے باہر پھینک دیا۔ وہ کار کے قریب ہی آ کر گری۔ مراد نے کار سے نکل کر اسے اٹھا لیا۔ کاغذ کے اندر پتھر تھا۔ اسے ایک طرف پھینکنے کے بعد وہ مڑے تڑے کاغذ کو سیدھا کر کے پڑھنے لگا۔ تحریر ایسی کچی تھی جیسے کسی کم سن بچی نے لکھا ہو۔ انگریزی زبان میں جگہ جگہ غلطیاں بھی تھیں۔ اس نے لکھا تھا۔

"میرا نام لارا ہے۔ فرائیڈ اور لارنس نامی دو آدمیوں نے مجھے اس کوٹھی میں قید کر رکھا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ میرے ماں باپ کون ہیں اور میں خود کون ہوں؟ میں ان دونوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر یہاں سے بھاگ جانا چاہتی ہوں۔ بھاگنے کے لئے صرف یہی ایک کھڑکی کھلی رہتی ہے لیکن یہ بہت اونچائی پر ہے۔ کیا تم میری مدد کر سکتے ہو؟ اگر مدد کرنا چاہو تو اپنا جواب لکھ کر آج آدھی رات کے بعد اس کھڑکی میں پھینک دینا۔ تم جو کہو گے میں اس پر عمل کروں گی، تمہاری نوکرانی بن کر رہوں گی مگر کسی طرح مجھے یہاں سے نکالو۔"

اس تحریر کو پڑھنے کے بعد مراد نے ہاتھ کے اشارے سے لارا کو تسلی دی۔ پھر اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل ڈیلکس آگیا۔ اپنے کمرے میں پہنچنے کے بعد وہ بیڈ پر گر کر اس حسینہ کے تصور

میں کھو گیا۔ اس نے پہلے تو سوچا کہ کوئی چکر نہ ہو۔ وہ پردیس میں آیا ہوا ہے اگر کوئی گڑ بڑ ہوئی تو قانون کی گرفت میں آجائے گا۔ اگرچہ وہاں کی پولیس کے بڑے بڑے افسران اس کے دوست تھے، پھر بھی وہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہتا تھا۔

اس کے دماغ میں یہ سوال بھی ابھرا کہ ایک سفید نسل کی حسینہ ایک نیگرو سے مدد کیوں مانگ رہی ہے؟ اس کی قوم اور رنگ و نسل کے کتنے ہی نوجوان اسے اس قید سے نکالنے کے لئے جان کی بازی لگا سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب یہی سمجھ میں آیا کہ جب سے نیگرو مسلمان آزادی حاصل کر کے دولت مند بنتے جارہے ہیں، یہ انگریز لڑکیاں کالے رنگ پر پھسلتی جارہی ہیں۔ ...لارا بھی شاید یہی سوچتی ہوگی کہ ایک انگریز سے زیادہ اسے ایک دولت مند نیگرو کے سائے میں تحفظ ملے گا۔ یہ لارا کے حسن کی تاثیر تھی کہ وہ اسی کی حمایت میں سوچ رہا تھا، اس سے ہمدردی محسوس کررہا تھا اور اس کے کام آنا چاہتا تھا۔ وہ شام تک ہر پہلو سے سوچتا سمجھتا رہا پھر رات کے کھانے کے بعد اس نے کاغذ قلم اٹھا کر لکھا۔

"میرا نام مراد مسعودی ہے۔ میں ہیرے جواہرات کا سوداگر ہوں۔ ٹانگانیکا کا رہنے والا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہو تو اس خط کے ساتھ جو کاغذات ہیں ان پر دستخط کرو اور اپنی تصویریں مجھے دو۔ میں چوبیس گھنٹے کے اندر تمہارا پاسپورٹ تیار کرالوں گا۔ جعلی سول میرج سرٹیفکیٹ بھی تیار ہوجائے گا۔ اس کی رو سے تم میری بیوی کہلاؤ گی۔ پھر اس ملک سے نکلتے وقت کوئی ہمارے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکے گا۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس پر فوراً عمل کرو۔ میں کھڑکی کے نیچے کھڑا دستخط شدہ کاغذات اور تمہاری تصویروں کا انتظار کررہا ہوں۔ پھر کل آدھی رات کو اسی طرح یہاں آؤں گا۔"

اس خط کو اس نے آدھی رات کے بعد کھڑکی کے راستے لارا تک پہنچا دیا۔ پندرہ منٹ بعد اسے دستخط شدہ کاغذات اور تصویریں مل گئیں۔ دوسری رات اس نے حسبِ وعدہ لارا تک خبر پہنچائی کہ جعلی سرٹیفکیٹ کے مطابق وہ دونوں میاں بیوی بن چکے ہیں۔ پاسپورٹ تیار ہوچکا ہے اب وہ تیسری رات کو ٹھیک تین بجے کھڑکی کے نیچے آئے گا اور اسے وہاں سے نکال کر لے جائے گا۔

اس عرصے میں وہ لارا کو اچھی طرح دوبارہ نہ دیکھ سکا کیوں کہ وہ رات کے وقت کھڑکی کے نیچے جاتا تھا اور اندھیرے میں وہ واضح طور سے نظر نہیں آتی تھی۔ پچھلی رات اس نے کار میں بیٹھ کر اسے قریب سے دیکھا تو اس کے دل نے کہا۔ "میں ہیروں کا بیوپاری ہوں۔ بڑے بڑے قیمتی ہیرے میری نگاہوں کے سامنے سے گزرتے رہتے ہیں لیکن ایسا انمول ہیرا میری زندگی میں پہلی بار آیا ہے۔"

ہیرا ہاتھوں میں آگیا تھا لیکن جوہری اب تک اسے پرکھ نہیں سکا تھا۔ لارا رفتہ رفتہ معما بنتی جارہی تھی۔ کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کرتی یا کوئی بات ایسی کردیتی تھی جس کے باعث وہ عام لڑکیوں سے الگ نظر آتی تھی۔ بلکہ اب تو پُراسرار نظر آنے لگی تھی۔ ناشتا ختم کرنے کے بعد اس نے سوچا کہ اس ہیرے کو اب پرکھنا ہی چاہئے کم از کم یہ تو معلوم کرنا چاہئے کہ فرائیڈ اور لارنس نے اسے دوسروں کے سامنے بیٹھ کر کھانے پینے سے کیوں منع کیا ہے؟ اس نے بیرے کو بلا کر بل لانے کے لئے کہا پھر بیرے کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

کیبنوں میں آرڈر سپلائی کرنے والا بیرا ایک ٹرے میں دودھ سے بھرا ہوا جگ اور شیشے کا مگ لے کر کیبن نمبر چار میں آیا اور انہیں لارا کے سامنے میز پر رکھ کر واپس چلا گیا۔ دروازہ لگا ہوا تھا مگر لارا نے اسے اندر سے بند نہیں کیا۔ اس کا محبوب جلد ہی ڈائننگ ہال سے واپس آنے والا تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے جگ اٹھا کر شیشے کے مگ میں دودھ انڈیلنے لگی۔ کانچ کے برتنوں میں کھانے پینے کے لئے جس سلیقے اور احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب اسے معلوم تھا، پھر کیوں اسے تنہائی میں کھانے کی تاکید کی گئی تھی؟

...اس نے مگ اٹھا کر پہلے آہستگی سے دودھ کی چسکی لی۔ پھر ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک گھونٹ پینے لگی۔ دودھ ہو یا کوئی مشروب، پینے کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔ برتن میں سانس چھوڑتے ہوئے غٹاغٹ پیتے رہنا جہالت ہے۔ ایسا جانور کرتے ہیں، وہ ایک مہذب لڑکی کی طرح بڑے سلیقے سے دودھ پی رہی تھی، پھر کیوں اسے تنہائی میں کھانے کی تاکید کی گئی تھی؟

ایک مگ خالی کرنے کے بعد اس نے دوسری بار اسے دودھ سے پُر کیا۔ پھر اُسے بھی بڑے اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر پینے لگی۔ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہورہی تھی لیکن جب اس نے دوسرا مگ خالی کیا تو اس میں ایک ذرا سا دودھ رہ گیا تھا اور اس دودھ کی سفید رنگت بدل گئی تھی۔ اس کا رنگ قدرے سبزی مائل ہوگیا تھا۔ دودھ کے اُجلے رنگ میں یہ... تبدیلی کیسے آئی... یہ کوئی سیانا ہی بتا سکتا تھا۔ وہ شیشے کا مگ ہاتھ میں لئے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔

اس نے باتھ روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "مراد تم ہو؟ دروازہ بند نہیں ہے۔ چلے آؤ۔"

مراد دروازہ کھول کر اندر آیا۔ لارا دروازہ کھول کر باتھ روم میں چلی گئی۔ وہ میز کے پاس بیٹھ کر دودھ کے جگ کو غور سے دیکھنے لگا۔ اتنے میں باتھ روم سے واش بیسن میں پانی گرنے اور شیشے کا برتن دھونے کی آواز آئی۔ اس نے پوچھا۔ "تم وہاں کیا کررہی ہو؟"

"یہ دودھ کا مگ جھوٹا ہوگیا تھا اسے دھو رہی ہوں۔"

مراد تیزی سے چلتا ہوا باتھ روم میں گیا۔ اس وقت تک مگ بالکل صاف ہوگیا تھا۔ اس نے کہا "تم برتن کیوں دھو رہی ہو؟ یہ ملازموں کا کام ہے۔"

"فرائیڈ نے سمجھایا تھا کہ مجھے کھانا ختم کرتے ہی فوراً اپنے

جھوٹے برتنوں کو خود ہی دھو کر صاف کر دینا چاہئے۔"
"کیوں؟ وہ ایسا کیوں کہتا تھا؟"
"پتا نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔"
"جو باتیں تمہیں پُراسرار بناتی ہیں، تمہیں ان کے متعلق ضرور پوچھنا چاہئے تھا۔"
"میں نے کئی بار پوچھا تھا مگر وہ دونوں کہتے تھے کہ ان باتوں کو جاننا میرے لئے ضروری نہیں ہے۔ وہ ہر رات میرے دودھ کے خالی گلاسوں کو دیکھتے تھے۔ جب میں انہیں دھونے جاتی تو فرائیڈ ایک موٹی سی ڈائری میں کچھ لکھتا رہتا تھا۔"
"کیا تم اپنے جھوٹے برتن کو دیکھ کر یہ معلوم نہیں کر سکتیں کہ اس میں کیا خاص بات پیدا ہو جاتی ہے؟"
"میں نے دھوتے وقت غور کیا ہے مگر میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مراد! تم ایسے سوالات نہ کرو، مجھے اپنے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔"
واش بیسن کے اوپر دیوار سے آئینہ لگا ہوا تھا۔ اس آئینے میں وہ خود کو دیکھ کر سہم رہی تھی یوں لگتا تھا جیسے اب تب میں رونا شروع کر دے گی۔ اس سہمی ہوئی ہرنی کو دیکھ کر کیسے پیار نہ آتا۔ مراد نے آگے بڑھ کر اسے بانہوں میں بھر لیا پھر آہستہ آہستہ اس کے سر اور پشت کو سہلانے لگا۔
"میری جان! میں یہ نہیں چاہتا کہ تم ڈر جاؤ یا خود کو اپنی نظروں سے گرالو۔ اب میں تم سے کچھ نہیں پوچھوں گا۔" اتنا کہہ کر وہ دل ہی دل میں کہنے لگا۔ "میں کچھ نہیں پوچھوں گا مگر اپنے طور پر معلومات حاصل کروں گا، جسے میں شریکِ زندگی بنا رہا ہوں، ... وہ بہت پُراسرار ہے۔ اس نے دودھ پینے کے بعد شیشے کے مگ کو فوراً دھو ڈالا ہے....."
وہ واش بیسن میں رکھے ہوئے مگ کو دیکھنے لگا۔ نل کھلا ہوا تھا اور پانی تیزی سے اس پر گرتا جا رہا تھا۔ اس نے نل کو بند کرنے کے بعد مگ اٹھا کر کہا۔ "آؤ باہر چلو، میرے سامنے بیٹھ کر تھوڑا سا دودھ اور پی لو۔"
"اب میں نہیں پیوں گی۔"
"انکار نہ کرو، میرا تمہارا جنم بھر کا ساتھ ہے۔ تمہیں میرے سامنے بیٹھ کر کھانا پینا چاہئے۔"
"میں انکار نہیں کروں گی مگر ابھی تو میرا پیٹ بھر گیا ہے، میں ایک گھونٹ بھی نہیں پی سکتی۔"
اب وہ زبردستی اسے پینے پر مجبور کرتا تو وہ پھر سہم جاتی، اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "اچھی بات ہے، ایک گھنٹے بعد پی لینا۔"
وہ اسے اپنے ایک بازو کے حلقے میں لے کر باتھ روم سے باہر نکلا۔ پھر اسے ایک برتھ پر بٹھاتے ہوئے بولا "یہاں آرام سے لیٹ جاؤ، تمہیں کچھ دیر پُرسکون رہنا چاہئے، میں تمہارے سامنے یہاں کرسی پر بیٹھا رہوں گا۔"
وہ اس کے پاس سے ہٹنے لگا تو لارا نے فوراً ہی اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "نہیں مراد! میرے قریب رہو، مجھے سینے سے لگاؤ، یقین دلاؤ کہ میں بھی ایک انسان ہوں۔"
مراد نے جھک کر اس کی پیشانی چوم لی اور اسے آرام سے برتھ پر لٹا دیا۔ وہ ایک دوسرے کو ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگے۔ ان کے دل ایک ساتھ دھڑک رہے تھے۔ کیبن میں انتہاء خاموشی چھا گئی تھی۔ مگ دُھلنے کے بعد دوبارہ دودھ کے جگ کے پاس رکھ دیا گیا تھا۔ لارا کا وجود بھی شیشے کے مگ کی طرح شفاف اور چمکیلا نظر آرہا تھا، چمک دار چیز اپنی طرف کھینچتی ہے وہ بھی کھنچتا چلا گیا۔
لارا بے ترتیب سانسوں کے ساتھ بڑبڑا رہی تھی۔ مراد نے اس کی بڑبڑاہٹ پر توجہ نہیں دی لیکن جب اس کے کھلتے بند ہوتے لبوں کی حدت کو محسوس کرنے کے لئے جھکا تو چونک پڑا۔
وہ انگریز لڑکی مشرقی افریقہ کی "سواحیلی" زبان بول رہی تھی۔
مراد نے اسے جھنجھوڑ کر کہا "لارا..... لارا... تم یہ زبان کیسے بول رہی ہو؟ یہ میری مادری زبان ہے تم کیسے جانتی ہو؟"
"آں؟" وہ ہڑبڑا کر اس کا منہ تکنے لگی۔ "کیا ابھی میں کچھ کہہ رہی تھی؟"
"ہاں... تم میری زبان میں مجھ سے کہہ رہی تھیں۔ میرے محبوب! میں مرجانا چاہتی ہوں، مجھے اپنے پیار سے مار ڈالو....."
لارا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "بائی گاڈ! میں کچھ نہیں جانتی کہ کیا کہہ رہی تھی، مجھے مت ستاؤ۔ ایسی باتیں نہ کرو۔"
...معاً ایک دھڑاکے سے کیبن کا دروازہ کھلا اور مراد اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دروازے میں ایک نیگرو ہاتھ میں ریوالور لئے کھڑا سفاکی سے مسکرا رہا تھا۔ وہ دروازے کو جس طرح لات مار کر اندر آیا تھا اسی طرح اپنے پیچھے لات سے دوبارہ بند کرتے ہوئے قہقہہ لگا کر بولا۔ "ہاہا... مراد مسعودی! اِجناری گانی (کیا حال چال ہے)؟ تم سمجھ رہے تھے کہ میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گا۔ ہاہا... یا ٹوٹو (میرے بچے) انتقام کی آگ کبھی نہیں بجھتی....."
لارا سہم کر برتھ کی دیوار سے چپک گئی تھی۔
مراد نے ریوالور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ پچھلی بار تمہیں زندہ چھوڑ دیا تھا۔ مرد ہو تو ریوالور جیب میں رکھ لو پھر میں تمہاری خیریت پوچھوں گا۔"
"نہیں مراد! یہ ریوالور ہی تمہیں میرے ساتھ عاجزی سے پیش آنے پر مجبور کرے گا۔ ویسے یہ لڑکی لاکھوں میں ایک ہے۔ کہاں سے اڑا کر لا رہے ہو؟"
"بکواس مت کرو۔ اپنا مطلب بیان کرو۔"
"ہاں اپنا مطلب بیان کروں گا مگر یہاں نہیں، یہ ساتھ والا کیبن میرا ہے وہاں چلو۔"
"جو کہنا ہے یہیں کہو۔"
"نہیں ٹوٹو... جو کہہ رہا ہوں وہی کرو، ورنہ اس حسینہ کے مکھن جیسے بدن میں ایک گولی اتر جائے گی۔"
وہ محتاط انداز میں چلتا ہوا لارا کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا اور

ریوالور کی نال لارا کی گردن سے لگادی اور بولا "تمہاری ذرا سی حماقت اس لڑکی کو ختم کرادے گی اس لئے شرافت سے باہر چلو۔ ابھی کیبن کے سامنے سناٹا ہے کوئی ہمیں دیکھنے والا نہیں ہے۔ تم پہلے یہاں سے نکل کر میرے کیبن میں داخل ہو جاؤ' اس کا دروازہ کھلا رکھنا' میں تمہارے پیچھے اس لڑکی کے ساتھ وہاں آؤں گا' اگر تم کسی کو آواز دو گے یا کوئی چالاکی دکھاؤ گے تو یہ دیکھو۔"

مراد نے دیکھا' وہ ریوالور کے ٹریگر پر انگلی کا ہلکا سا دباؤ ڈال رہا تھا۔ مراد فوراً ہی حکم کی تعمیل کے لئے باہر چلا گیا' باہر واقعی سناٹا تھا جب وہ دوسرے کیبن میں داخل ہوا تو لارا بھی ریوالور کی زد میں اس کے پیچھے چلی آئی۔ کیبن کا دروازہ اندر سے بند ہو گیا۔ تمام کیبن ایک جیسے تھے۔ اس کیبن میں ضروریات کا سامان بھی مراد کے کیبن جیسا تھا البتہ شراب کی بوتل اور شیشے کے جام کا اضافہ ہو گیا تھا۔ دونوں چیزیں ایک میز پر رکھی ہوئی تھیں۔

نیگرو نے کہا۔ "مراد! برتھ کے اوپر ایک ہتھکڑی رکھی ہوئی ہے' اسے کلائی میں ڈال کر برتھ کے راڈ کے ساتھ لگادو۔ چلو ہری اپ......"

مراد نے بڑی بے بسی سے لارا کو دیکھا۔ کوئی ایسا موقع ہاتھ نہیں آرہا تھا کہ وہ دشمن کے ریوالور پر جھپٹ کر اپنی محبوبہ کو اپنی پناہ میں لاسکتا۔ اس کی ذرا سی حرکت لارا کو زندہ سے مُردہ بنا سکتی تھی۔ بہت مجبور ہو کر اس نے ہتھکڑی پہن لی اور ایک ہاتھ کو برتھ کے آہنی راڈ سے باندھ لیا۔

نیگرو نے اس کے دوسرے ہاتھ سے ہتھکڑی کی چابی لے لی اور ریوالور کو جیب میں رکھتے ہوئے بولا۔ "تم میری منگیتر کو بھگا کر لے گئے تھے۔ جانتے ہو' میری کتنی رسوائی ہوئی تھی؟"

مراد نے کہا "میں اسے بھگا کر نہیں لے گیا تھا' وہ خود ہی میرے پاس آئی تھی۔ پھر وہ میرے پاس سے بھی بھاگ گئی۔ تم ایک ہرجائی عورت کے لئے مجھ سے دشمنی کر رہے ہو۔"

"وہ ہرجائی نہیں تھی' تم نے اسے ہرجائی بنا دیا۔ اب میں تمہاری اس حسین محبوبہ کو تمہارے سامنے ہرجائی بناؤں گا۔" نیگرو نے یہ کہتے ہوئے لارا کو آغوش میں لینا چاہا لیکن وہ تڑپ کر اس کی گرفت سے نکل گئی۔

مراد نے چیخ کر کہا۔ "لارا کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ میرے دشمن ہو' مجھ سے جو چاہو سلوک کرو۔"

نیگرو نے سخت لہجے میں کہا۔ "اگر اب تم نے زبان کھولی تو میں تمہارا بھیجا اڑادوں گا۔"

وہ مراد کو دھمکی دے کر لارا کی طرف بڑھا۔ پھر ٹھٹک گیا۔ وہ کھڑی کھڑی عجب مستی کے عالم میں جھوم رہی تھی۔ اس کا چہرہ لال بھبھوکا تھا اور وہ آنکھیں بند کئے بڑبڑا رہی تھی۔ "ماما یا نگو' ہی ہی ثنا کا سانا (میری ماں' میرا ضمیر مجھے بلا رہا ہے) ہی ہی نکو جا ...ہی ہی نکو جا (میں آرہی ہوں...میں آرہی ہوں.....)"

مراد بھی حیرانی اور تشویش سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کی مادری زبان میں بول رہی تھی۔

اس کے الفاظ امریکی نیگرو کی سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ وہ بڑی توجہ سے انہیں سننے اور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ معاً لارا دونوں بانہیں پھیلا کر اس کی طرف بڑھی تو وہ خوشی سے کھل گیا۔ کوئی حسینہ جھوم جھوم کر لہرا لہرا کر پاس آئے تو جذبات اور زیادہ مچل جاتے ہیں۔ اس نے لارا کو بازوؤں میں سمیٹ لیا' لارا نے چہرہ اوپر کر کے اپنے پھڑکتے ہوئے لبوں کو اس کے چہرے کے سامنے کر دیا۔

نیگرو ان پر جھکا مگر تڑپ کر پیچھے ہٹا اور لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس کے حلق سے "اونک' اونک" کی آواز نکل رہی تھی' شاید وہ چیخنا چاہتا تھا مگر اس کی آواز ڈوبتی جارہی تھی۔ وہ لکڑی کے فرش پر تڑپتا ہوا دہشت سے دیدے پھیلائے لارا کو دیکھ رہا تھا۔

مراد بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے اپنی دل نواز محبوبہ کو دیکھ رہا تھا وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے دو زانو فرش پر بیٹھ گئی تھی اور بے خودی سے آگے پیچھے جھول رہی تھی پھر وہ بھی فرش پر لڑھک گئی۔

نیگرو کے سیاہ چہرے پر سفید دیدے پھیل کر اب مراد کے چہرے پر تھے' وہ پوچھ رہے تھے "یا نگو ٹوٹو! تو اس ناگن کو پیار کر کے زندہ کیسے رہ جاتا ہے؟" وہ سوالیہ دیدے ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گئے' مگر ایک سوال مراد کے ذہن میں اتار گئے........

کیا وہ ایک ناگن سے محبت کر رہا ہے؟ مگر وہ اب ویسی ہی معصوم نظر آرہی تھی' اس پر چھائی ہوئی مستی اتر گئی تھی۔ وہ فرش پر پڑی ہولے ہولے سانس لیتی ہوئی کیبن کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے پہلی بار جنم لے کر اس دنیا کو دیکھ رہی ہو اور سوچ رہی ہو کہ وہ تھوڑی دیر پہلے کہاں تھی؟ اب کہاں آگئی ہے؟

کیبن میں گہری خاموشی تھی۔ جہاں سے موت کے قدم گزرتے ہیں وہاں ایسا ہی سناٹا چھا جاتا ہے۔ مراد برتھ کے راڈ سے بندھا' اپنے دل و دماغ کے ترازو پر لارا کی محبت کو تول رہا تھا۔ ترازو کے ایک پلڑے میں محبت تھی دوسرے پلڑے میں تشویش اور دہشت تھی۔ کوئی بھی صاحب عقل دیدہ و دانستہ ایک ناگن کو گلے کا ہار نہیں بنا سکتا اور وہ لاعلمی میں اسے گلے سے لگا کر بیچ سمندر میں لے آیا تھا۔ اب اسے چھوڑ کر اس جہاز کی چھوٹی سی دنیا سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس "ناگن" نے سر اٹھا کر اپنے محبوب کو دیکھا' پھر بل کھا کر اٹھ بیٹھی۔ اس کی بڑی بڑی نیلی آنکھوں میں پیار کا سمندر موجیں مار رہا تھا مگر دوسرے ہی لمحے وہ بے جان نیگرو کو دیکھ کر سہم گئی جلدی سے فرش پر کھسکتی ہوئی مراد کے پاس آکر اس سے چپک گئی۔ مراد گھبرا کر پیچھے ہٹنا چاہتا تھا مگر ہتھکڑی نے اسے دور ہٹنے کی اجازت نہیں دی۔

لارا نے اس سے لپٹ کر نیگرو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ..... یہ شاید سو گیا ہے۔ اس کے اٹھنے سے پہلے یہاں سے بھاگ چلو ورنہ یہ پھر ریوالور نکالے گا....."

مراد بڑی حیرانی اور پریشانی سے سوچنے لگا' کیا یہ نہیں جانتی کہ دشمن کو اس کے پھول سے لبوں نے ہلاک کیا ہے؟ کیا یہ اپنے اندر کے زہر سے واقف نہیں ہے؟

ہاں یہی بات تھی' فرائیڈ اور لارنس نے اسے کبھی اس کی اصلیت نہیں بتائی تھی' پھر وہ کیسے سمجھ سکتی تھی کہ اس نے ابھی جنون کی حالت میں ایک آدمی کو ڈس لیا ہے؟ اگر کسی کو خواب میں چلنے کی عادت ہے اور وہ اس حالت میں کسی کو خنجر سے ہلاک کردے تو وہ اس عمل سے قاتل تو کہلائے گا مگر بیداری کی حالت میں خطرناک نہیں سمجھا جائے گا۔ لارا بھی اب بیداری کی حالت میں تھی۔ ایسے وقت میں وہ خطرناک نہیں کہی جاسکتی تھی۔ ... وہ معصوم' ہمدردی کی مستحق تھی۔ مراد دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کے سینے سے لگی ہوئی ہے۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا رہی ہے بلکہ اس کی پناہ میں آکر ابھی تک مردہ دشمن کے ریوالور سے سہمی جارہی ہے۔ ایسی سہمی ہوئی چڑیا کو اپنی چھاؤں میں لرزتے دیکھ کر اس کا دل ہمدردی سے بھر گیا۔ اس نے لارا کے سر کو سہلاتے ہوئے اور اسے پچکارتے ہوئے کہا۔ "لارا! گھبراؤ نہیں۔ اب یہ نہیں اٹھے گا' تم اس کی جیب سے ہتھکڑی کی چابی نکال کر لے آؤ"

وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ "نہیں نہیں" کے انداز میں سر ہلانے لگی۔ عجیب معصومانہ انداز تھا' جسے ہلاک کرچکی تھی اسی سے خوف کھا رہی تھی۔ مراد نے اسے تھپک تھپک کر تسلی دی "ڈرو نہیں' میری بات کا یقین کرو' تم وہاں جاکر اسے ٹھوکر مارو گی' تب بھی وہ نہیں اٹھے گا' وہ مرچکا ہے۔"

"مرچکا ہے! کیسے؟" لارا نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔ ابھی یہاں وقت ضائع نہ کرو' فوراً اس کی جیب سے چابی نکال کر لے آؤ۔ ورنہ ہم پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہوجائیں گے۔"

لارا اس کے پاس سے ہٹ کر لاش کے پاس گئی۔ اسے ڈرتے ڈرتے ہاتھ لگایا' پھر اطمینان ہوا تو اس کی جیب سے چابی نکال کر لے آئی۔ مراد نے ہتھکڑی سے آزاد ہونے کے بعد نیگرو کی لاش کو قریب آکر غور سے دیکھا۔ اس کے سیاہ رنگ میں زہر کی نیلاہٹ گھل گئی تھی۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر اپنی ایک ہتھیلی میں لپیٹا اور ہر اس جگہ کو صاف کیا جہاں اس کی اور لارا کی انگلیوں کے نشانات پائے جاسکتے تھے۔ پھر لارا کا ہاتھ پکڑ کر دروازے تک آیا۔ پہلے اس نے دروازہ کھول کر خود باہر دیکھا' آس پاس کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ فوراً لارا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا اس کیبن سے نکل کر اپنے کیبن میں پہنچ گیا۔

دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد وہ تھکے ہوئے انداز میں برتھ پر آکر بیٹھ گیا اور پیچھے کی طرف لکڑی کی دیوار سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا کہ وہ ابھی کن حالات سے گزرا ہے؟ ایک دشمن نے اسے زیر کرلیا مگر محبوبہ نے اس دشمن کو دوسری دنیا میں پہنچانے کے لئے اسے ڈس لیا تھا۔ حسین عورت کو مجازاً ناگن کہا جاتا ہے اور وہ اپنی آنکھوں سے اپنی حسین محبوبہ کو ایک ناگن کا کردار ادا کرتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ وہ لارا کو گہری تشویش بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ اس کے قدموں کے پاس فرش پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے گھٹنوں پر ٹھوڑی رکھے بڑی معصومیت سے اس کا منہ تک رہی تھی۔

وہ برتھ پر سے کھسک کر فرش پر آگیا اور اس کے گورے گورے ہاتھ کو اپنے کالے ہاتھوں میں لے کر کہنے لگا۔ "لارا! یہ دنیا کیسی ہے تم نہیں جانتیں' تم یہ بھی نہیں جانتیں کہ تم خود کیا ہو؟ فرائیڈ اور لارنس نے تم سے تمہاری اصلیت چھپا کر اچھا نہیں کیا۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ تم پر ایک زہریلا تجربہ کررہے تھے۔ اس تجربے کے تحت انہوں نے تمہیں نصف عورت اور نصف ناگن بنادیا ہے۔"

وہ حیرانی سے بڑبڑانے لگی۔ "ناگن ..... سانپ ..... اژدھے ..... مجھے سمندر کی لہریں یاد آرہی ہیں۔ میں ان لہروں میں یہی سب کچھ دیکھ رہی تھی مگر وہ تو زہریلے ہوتے ہیں۔"

"تمہارے اندر بھی زہر ہے لارا۔"

"میرے اندر زہر ہے؟ کیسے؟"

"یہ میں نہیں جانتا' فرائیڈ تمہیں اسی لئے تنہائی میں کھانے پینے کے لئے کہتا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ تمہارے جھوٹے کھانے یا جھوٹے برتن میں زہر کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔"

لارا نے دودھ کے جگ کی طرف دیکھا پھر مراد سے کہا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کیا میں مگ میں دودھ پی کر تمہیں دکھاؤں؟"

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی' میں نے اس نیگرو کو دیکھ لیا ہے جو پاس والے کیبن میں مردہ پڑا ہے۔ وہ تمہارے زہر سے ہی ہلاک ہوا ہے۔"

لارا شدید حیرانی سے دم بخود ہوکر ذرا پیچھے ہٹ گئی اور مراد کو بے یقینی سے دیکھنے لگی۔

"یقین کرو لارا۔ ہوسکے تو یاد کرو کہ تم اس نیگرو کے قریب کیسے گئی تھیں اور اسے کس طرح ڈس لیا تھا؟"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے' میں کچھ نہیں جانتی کہ وہ کیسے مرگیا؟ تم مجھے خوف زدہ کررہے ہو مراد؟"

"نہیں میری جان! میرے پاس آؤ' ڈرو نہیں۔" اس نے قریب کھسک کر لارا کو اپنے ایک بازو میں لیا۔ "دیکھو' اگر تم اپنے لئے یا میرے لئے خطرناک ہوتیں تو میں کبھی تمہیں اپنے قریب نہ آنے دیتا۔ تم سے دور بھاگ جاتا مگر میں تمہارے قریب ہوں' اپنے دل سے خوف نکال دو۔"

وہ اس کے سینے سے سر لگا کر بولی۔ "ہاں تمہارے قریب رہ کر مجھے ڈر نہیں لگ رہا ہے' مجھے اپنے سے الگ نہ کرو مراد۔"

"میری جان! تم میری زندگی ہو اور زندگی مرنے کے بعد ہی جدا ہوتی ہے۔ میں تمہاری بھلائی کے لئے تمہیں بتا رہا ہوں کہ تم اندر سے کیا ہو؟ اسے سمجھو، اسے تسلیم کرو، خوف کھانے کے بجائے محتاط رہنا سیکھو، محتاط رہ کر تم ایک عام سی لڑکی بنی رہو گی۔ کوئی تمہیں خطرناک نہیں سمجھے گا۔"

لارا نے سینے پر سے سر اٹھا کر کہا۔ "ہاں اب میری سمجھ میں آرہا ہے کہ وہ لوگ مجھے دنیا والوں سے چھپا کر کیوں رکھتے تھے۔ تم میرے بارے میں جو کچھ بھی کہو گے، میں اسے تسلیم کرلوں گی، تم اتنا بتادو کہ میرا زہر اس نیگرو کے جسم میں کیسے پہنچ گیا؟"

"تمہیں یاد ہے، وہ بدمعاش تمہیں زبردستی بازوؤں میں جکڑ رہا تھا، تم غصے سے تلملا کر اس سے دور ہٹ گئی تھیں؟"

"ہاں، مجھے صرف اتنا ہی یاد ہے۔ اس کی گرفت سے نکلتے ہی مجھے اتنا غصہ آیا تھا، اتنا غصہ آیا تھا کہ پھر مجھے کچھ یاد نہ رہا۔ پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا! میں کہاں کھو گئی تھی؟"

"تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شدید غصے کی حالت میں تم ہوش و حواس کھو بیٹھتی ہو۔ تم اپنے وجود کی نصف عورت کو بھول جاتی ہو اور نصف ناگن کے روپ میں زہریلی بن جاتی ہو۔ ...لارا، میرے ایک سوال کا ایمان داری سے جواب دو، کیا تم کبھی غصے کی حالت میں میرے لئے بھی ناگن بن جاؤ گی؟"

"نہیں نہیں مراد! تم میری پہلی اور آخری محبت ہو، لال کوٹھی کے قید خانے میں میں بالکل ادھوری تھی، تمہیں پاکر مکمل ہوگئی ہوں۔ اگر تمہیں ذرا بھی نقصان پہنچا تو میں پھر ٹوٹ جاؤں گی، اس سے پہلے کہ میرا زہر تم تک پہنچے، میں خود ہی مرجاؤں گی۔ اگر تم مجھ پر بھروسا نہیں کرو گے تو بتاؤ میں کہاں جاؤں؟ اتنی بڑی دنیا میں تمہارے سوا میرا کون ہے؟"

"میں تم پر بھروسا کررہا ہوں۔ میں تمہیں ہمیشہ اپنے دل کے قریب رکھوں گا۔"

مراد نے اس کی ڈھارس بندھانے کے لئے اس کی ٹھوڑی اوپر اٹھائی تو دونوں کے چہرے ایک دوسرے کے قریب آگئے۔ اس معصوم لڑکی کی آنکھوں میں محبت کی ازلی پیاس تھی۔ وہ التجا آمیز لہجے میں بولی۔ "مجھے اپنے سے ایک لمحے کو جدا نہ کرنا۔ مراد!"

لارا کے رس بھرے گلابی ہونٹ ہولے ہولے لرز رہے تھے، ترس رہے تھے۔ اپنے محبوب کو پکار رہے تھے کہ سوچ کیا رہے ہو! لوگ تو عشق میں زہر کا پیالا ہونٹوں سے لگا لیتے ہیں پھر تم کیوں سوچتے ہو کہ میرے لبوں میں زہر ہے؟ زہر کہاں نہیں ہوتا؟ انسان کی نفرت میں بھی ہوتا ہے اور محبت میں بھی۔ فرق اتنا ہے کہ عشق کا زہر بڑی محبت سے، بہت آہستہ آہستہ مارتا ہے۔ ...مراد یک دم گھبرا گیا۔

"مم۔ میں تمہیں پیار نہیں کرسکتا۔ تم جنون اور بے خودی میں میرے اس دشمن کی طرف بڑھ گئی تھیں، تمہارا چہرہ اس کی گردن تک پہنچا تھا، پھر پتا نہیں تم نے اپنا زہر اس کے جسم میں کیسے داخل کردیا! میرا خیال ہے کہ زہر تمہارے دانتوں سے خارج ہوتا ہے۔ تم نے دانتوں سے اس کے گلے پر کاٹ لیا ہوگا، ...اس طرح وہ مرگیا۔"

لارا حیرانی اور دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی باتیں سنتے ہوئے کبھی اپنے لبوں پر انگلیاں پھیر رہی تھی اور کبھی اپنے دانتوں کو چھو رہی تھی وہ رونکھی ہو کر بولی۔ "اے زہر! اے میرے پیار کے قاتل! تو کہاں چھپا ہے؟ میرے اندر رہ کر میرے ہی پیار کے جذبوں کو ہلاک کررہا ہے! میں تجھے اپنے وجود سے کیسے نوچ کر پھینک دوں؟"

مراد نے پوچھا۔ "کیا ایسی حالت میں تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں پیار کروں؟"

وہ جواب کیا دیتی؟ اس کی آنکھوں کے آنسو جواب دینے لگے۔

"ہائے مراد! میں تمہیں محبت سے کیسے ماروں؟ تم ہی بتاؤ مراد!"

اس کی سوالیہ نگاہوں کے سامنے مراد کی نظریں جھک گئیں۔

وہ لاتعداد پریشانیوں میں گھر گیا تھا۔ لارا سے خود کو بچانا بھی تھا، اسے یقین بھی دلانا تھا کہ وہ پیار کے قابل ہے، خطرناک نہیں ہے۔ اسے جھوٹی تسلیاں دے کر اس کی دلجوئی کرنا تھی اور اس کے زہر کو دوسروں کی نظروں سے چھپا کر بھی رکھنا تھا۔ ورنہ پلک جھپکتے ہی راز کھل جاتا کہ نیگرو کو اسی ناگن نے ڈس لیا ہے۔

شام تک مسافروں میں خاصی دہشت پھیل گئی کہ ایک مسافر کے جسم میں کسی طرح زہر پھیل گیا ہے۔ اس کے کھانے میں زہر مل گیا تھا یا شراب میں؟ یا اسے کسی زہریلے سانپ نے کاٹ لیا تھا؟ جہاز کا ڈاکٹر بھی کوئی بات یقین سے نہ کہہ سکا۔ نیگرو کے کیبن میں جو شراب تھی، اس میں زہر نہیں تھا۔ سمندر کے بیچ ایک جہاز میں کہیں سے زہریلا سانپ بھی نہیں آسکتا تھا۔ اکثر مسافروں کو یہ شبہ ہوگیا کہ جہاز میں جو کھانے پکائے جاتے ہیں ان میں سے کوئی ڈش زہریلی ہے۔ اسی شبے کے تحت کتنے ہی مسافروں نے بھوک ہڑتال شروع کردی۔ جہاز کا عملہ انہیں یقین دلانے لگا کہ تمام کھانا ڈاکٹری معائنے کے بعد ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ مراد نے لارا کو سمجھا بجھا کر اسے کیبن میں ہی قید کردیا تھا۔ اس کے لئے وہیں کھانا منگواتا تھا۔ کیبن سے کبھی کبھی اسے اپنے ساتھ لے کر باہر نکلتا تھا۔ دوسروں کو اتنا موقع نہیں دیتا تھا کہ کوئی اس سے بات بھی کرسکے۔ وہ باتھ روم میں جاکر لارا کے جھوٹے برتن خود ہی دھوتا تھا۔ اس بات پر بیرے نے حیرانی ظاہر کی تو اس نے اسے بھاری ٹپ دے کر خاموش کر دیا۔ "میری بیوی اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کی عادی ہے، کھانا بھی خود ہی پکاتی ہے۔ چونکہ سفر کے دوران پکانے کی سہولتیں نہیں ہیں اس لئے یہ صرف برتن دھونے اور اپنے کیبن کی صفائی خود ہی کرنے پر اکتفا کررہی ہے۔"

یہ بات بیرے کی سمجھ میں آگئی جھوٹے برتنوں کو خود ہی صاف کرلینے سے خواہ مخواہ کسی کو یہ شبہ نہیں ہوسکتا تھا کہ ان

برتنوں کا کھانا زہریلا ہوجاتا ہے۔ مراد کسی نہ کسی طرح اپنی زہریلی محبوبہ کو کیبن سے باہر کی دنیا سے محفوظ رکھ رہا تھا مگر کیبن کے اندر وہ اس کے حسن و شباب کی فتنہ انگیزیوں کو دیکھ دیکھ کر تڑپتا رہتا تھا۔ جہاز کے مسافروں نے بھوک ہڑتال ختم کردی تھی مگر وہ اپنے سامنے کھانا رکھ کر بھوک ہڑتال کررہا تھا۔ لارا کا بھی یہی حال تھا' راتوں کو اس کی آنکھوں سے نیند اڑ جاتی تھی۔ مراد جب بھی اپنی برتھ پر کروٹ بدل کر اس کی برتھ کی طرف دیکھتا تو اسے ہمیشہ جاگتے ہوئے پاتا۔ وہ پیاسی تکیئے پر سر رکھے ایک ٹک اسے ہی دیکھتی رہتی تھی۔ اس کی خاموش آنکھیں پوچھتی رہتی تھیں "اگر موت میری طرح خوبصورت ہوتی ہے تو اس خوبصورت بلا سے کب تک بچتے رہوگے؟"

پانچ دن اور پانچ راتوں کی طویل' تھکا دینے والی اور تڑپا دینے والی تنہائیاں گزارنے کے بعد الجیریا کی بندرگاہ پر ان کا بحری سفر ختم ہوگیا۔ مراد دوسرے انسانوں کی بھیڑ سے گھبرانے لگا تھا۔ ہر لمحے یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں کوئی لارا کی اصلیت کو نہ سمجھ جائے۔ اس لئے وہ اسے لے کر دوسرے ہی دن ایک فلائیٹ کے ذریعے ٹانگانیکا پہنچ گیا۔ لارا کچھ بجھی بجھی سی تھی۔ ہر وقت سوچ میں ڈوبی رہتی تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ مراد بھی فرائیڈ اور لارنس کی طرح اسے دنیا والوں سے دور رکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ مراد بھی اس کا ہاتھ تھام کر اور کبھی اسے سینے سے لگا کر سمجھاتا تھا۔ "میری جان! میں تمہیں دنیا والوں سے دور کردیتا ہوں مگر اپنے سینے سے لگا کر رکھتا ہوں' میں تمہارے اندرونی زہر کو سمجھنے کے لئے کسی بہت بڑے ڈاکٹر سے رجوع کروں گا' اگر تمہارا علاج ممکن ہوگا تو تمہارے اندر سے زہر کی آخری بوند کو بھی ختم کرنے کے لئے میں اپنی دولت پانی کی طرح بہادوں گا۔"

مگر ڈاکٹر بھی ایسا ہونا چاہئے تھا جو رازدار بن کر رہے' لارا کے زہر کو عام نہ کرے۔ چپ چاپ اس کا زہر نچوڑ کر اسے پیار کے قابل بنادے۔ ایسے قابلِ اعتماد ڈاکٹر کو تلاش کرتے ہوئے کتنے ہی دن گزر گئے۔ شہر کے باہر اس کی ایک شان دار کوٹھی تھی۔ کوٹھی کی بالکونی سے دور پہاڑوں کا سلسلہ نظر آتا تھا۔ لارا کو معلوم نہیں ان پہاڑوں سے کیا دلچسپی تھی' وہ بالکونی میں آکر گھنٹوں اس طرف گھورتی رہتی تھی۔ پہلے دن اس نے مراد سے پوچھا تھا۔ "ان پہاڑوں کے پیچھے کیا ہے؟ مجھے وہاں لے چلو۔"

"ان پہاڑوں کے پیچھے پرانی دنیا کے وحشی قبیلے آباد ہیں' وہاں جاکر کیا کروگی...؟ تمہارا علاج ہوجانے کے بعد میں تمہیں مہذب دنیا کی سیر کراؤں گا۔"

اس کی دلجوئی کے لئے شام کے وقت اصطبل سے گھوڑے نکال کر ایک پر اسے بٹھاتا اور دوسرے پر خود بیٹھ کر وہ دور تک سیر کرنے کے لئے نکل جاتے۔ ایک رات اچانک ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ دور پہاڑوں کی طرف سے ڈھول پیٹنے کی آوازیں آرہی تھیں اور لارا اپنے بستر پر نہیں تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ بالکونی میں نیم تاریکی تھی۔ لارا کی سفید نائٹی ہوا میں لہرا رہی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا بالکونی میں آیا۔ لارا گم صم کھڑی دور پہاڑوں کی طرف پلکیں جھپکائے بغیر دیکھے جارہی تھی۔ اس کا چہرہ کسی اندرونی جوش سے تمتما رہا تھا۔ اس کے جبڑے یوں سخت ہوگئے تھے جیسے وہ دانت پر دانت جمائے اپنے زہر کو پچھان رہی ہو۔

مراد کو یاد آیا' لارا نے کہا تھا کہ ڈھول کی آواز اسے دور کسی اجنبی دنیا میں لے جاتی ہے۔ اس دنیا میں ننگے وحشی ہاتھوں میں نیزے لئے ڈھول تاشے کی تال پر رقص کرتے رہتے ہیں۔ اس کی بات یاد آتے ہی مراد تشویش بھری نظروں سے کبھی اسے اور کبھی دور پہاڑوں کو دیکھنے لگا پھر اس نے لارا کو آواز دی مگر لارا وہاں ذہنی طور پر موجود ہوتی تو اس کی آواز سن لیتی۔ وہاں صرف اس کا جسم موجود تھا۔ ان کے درمیان جیسے شیشے کی ایک موٹی سی دیوار کھڑی ہوئی تھی۔ جس کے پار وہ اسے دیکھ سکتا تھا مگر اپنی آواز نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوئی' اسے آہستگی سے ہلایا۔ وہ پہاڑوں کے پیچھے سے واپس نہیں آئی۔ پھر اس نے اسے جھنجھوڑ ڈالا.... "لارا.... لارا! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ میری طرف دیکھو....."

وہ چونک کر واپس آگئی۔ پہاڑوں کی طرف سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھنے لگی۔ عجیب وحشت زدہ سی آنکھیں تھیں۔ پہلے چند ساعتوں تک وہ مراد کو نہ پہچان سکی' پھر کچھ ہوش آیا تو... چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "وہ لوگ کہاں ہیں؟ ابھی میرے چاروں طرف نیزے لئے ناچ رہے تھے۔" اس نے اپنی محبوبہ کے حسین مکھڑے کو دونوں ہتھیلیوں میں لے کر کہا۔ "ہوش میں آؤ لارا' تم جاگتی آنکھوں سے بھی خواب دیکھتی ہو۔ چلو آؤ اپنے بستر پر آرام سے سوجاؤ۔ تمہیں ڈھول کی آواز پر دھیان نہیں دینا چاہئے۔"

وہ اسے سہارا دے کر بیڈ کے پاس لے آیا۔ وہ وہاں سے بھی پلٹ کر بالکونی کی طرف دیکھنے لگی۔ ڈھول کی آواز کمرے میں پہنچ رہی تھی۔ مراد اسے ایک ہاتھ سے تھامے رہا' دوسرے ہاتھ سے اس نے ریکارڈ پلیئر آن کردیا۔ اس کی آواز بڑھادی۔ دوسرے ہی لمحے شور مچاتے ہوئے آرکسٹرا کے سامنے دور سے آنے والی ڈھول کی آوازیں گم ہوگئیں۔ تھوڑی دیر تک وہ نیم وا آنکھوں سے ریکارڈ پلیئر کو دیکھتی رہی اور انتظار کرتی رہی کہ شاید ڈھول کی آواز دوبارہ سنائی دے گی پھر مطمئن ہوکر مراد کے شانے پر سر رکھتی ہوئی بولی۔ "تم کتنے اچھے ہو۔ ڈھول کی آواز کو بھگا دیا' ورنہ وہ آواز مجھے بھگا کر لے جارہی تھی۔ معلوم ہوتا ہے میں بہت دور سے واپس آرہی ہوں۔ ہائے میرا بدن ٹوٹ رہا ہے۔ مجھے سُلا دو مراد۔"

وہ مراد کے سینے سے لگ گئی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں ڈوب رہی تھیں اور ابھر رہی تھیں۔ وہ ابھر ابھر کر مراد کی قوتِ برداشت کو للکار رہی تھیں۔ مراد نے اسے اپنے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر پلنگ پر لٹا دیا۔ لیٹتے ہی لارا نے دونوں بانہیں اس کی گردن میں ڈال کر اسے جکڑ لیا اور بولی "میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔"

مراد نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی مگر لارا کی چکنی بانہیں سانپ کی طرح اس سے لپٹ گئی تھیں۔ وہ چاہتا تو طاقت آزما کر ایک ہی جھٹکے سے آزاد ہو جاتا مگر لارا کے دل پر چوٹ لگتی کہ وہ حقارت سے یا پھر خوف کے باعث اس سے الگ ہو گیا ہے۔ اس نے بڑی نرمی سے پوچھا "لارا! کیا تم مجھے پیار کرو گی؟"

"ہاں مراد! میں مر رہی ہوں۔ ایک بار پیار کر لینے دو۔"

"اگر تم مر رہی ہو تو پھر پیار سے مجھے مار کر زندہ رہو۔"

لارا کی بانہوں کی گرفت اچانک ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ بھلا اپنے محبوب کو کیسے مار سکتی تھی! وہ چند لمحوں کے لئے جذبات کے ہجوم میں اپنے اندر کے زہر کو بھول گئی تھی۔ زہر یاد آیا تو وہ کروٹ بدل کر رونے لگی۔ اس کی محرومیاں، نامرادیاں، معصومیت اور اس کے آنسو دیکھ کر پتھر دل بھی پسیج جاتا۔ مراد کا دل بھی رونے لگا۔ اس نے اسی وقت مصمم ارادہ کر لیا کہ دوسرے دن کسی تجربہ کار ڈاکٹر کو پچاس ہزار ڈالر کا لالچ دے کر اسے اپنا رازدار بنا لے گا اور لارا کا علاج شروع کرا دے گا۔

دوسری شام وہ گھر سے نکلنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اسی وقت فرائیڈ اور لارنس وہاں پہنچ گئے۔ لارا انہیں دیکھتے ہی بیڈ روم میں جا کر چھپ گئی۔ مراد نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر کہا۔ "اگر تم دونوں لارا کے میکے والے بن کر آئے ہو تو آرام سے بیٹھو، ورنہ چلے جاؤ۔ اب وہ میری بیوی ہے، تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔"

فرائیڈ نے کہا۔ "لارا میری بیٹی ہے۔ تمہاری بیوی بننے کے بعد بھی میری بیٹی رہے گی۔ میں اسے واپس لے جانے نہیں آیا ہوں لیکن تمہیں خلافِ توقع زندہ دیکھ کر یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم دونوں کے درمیان میاں بیوی کا رشتہ نہیں ہے۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟"

"ہاں میں لارا کی اصلیت سے واقف ہو گیا ہوں۔ ابھی میں اس سلسلے میں کسی بڑے ڈاکٹر سے مشورہ کرنے جا رہا ہوں۔"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ دیکھو، وہ میری بیٹی ہے اور تمہاری بیوی ہے۔ ہم دونوں کا فرض ہے کہ اسے زہریلی لڑکی کی حیثیت سے مشتہر نہ کریں۔ اگر کسی بھی ڈاکٹر کو معلوم ہو جائے گا تو وہ اس کیس کو خطرناک کہہ کر ڈاکٹروں کی ایسوسی ایشن تک پہنچا دے گا۔ پھر اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ لارنس میرا ساتھی بہت تجربہ کار ڈاکٹر ہے اور میں بھی ایک ماہر اسنیک چارمر ہوں۔ بچپن سے زہریلے سانپوں سے کھیلتا آیا ہوں۔ جوانی میں مزید تجربات حاصل کرنے کے لئے افریقہ کے جنگلات میں پانچ سال گزارے ہیں۔ میں یہاں تمہارے شہر میں بھی آیا تھا۔ تمہارے اس کمرے کی کھڑکی سے جو پہاڑ نظر آ رہے ہیں میں ان کے پیچھے بھی گیا تھا۔ تم نے لارا کو یہاں لا کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ لارا کا دماغ کبھی کبھی ان پہاڑوں کی طرف بھٹک جاتا ہو گا۔"

اس کی یہ بات سن کر مراد کی دلچسپی بڑھ گئی۔ وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وہ کئی بار ان پہاڑوں کے پیچھے جانے کی ضد کر چکی ہے۔ میں اسے سمجھاتا رہتا ہوں کہ وہاں وحشی قبیلے آباد ہیں۔ ہمارا وہاں جانا مناسب نہیں ہے۔ پچھلی رات اس طرف سے ڈھول بجنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس وقت لارا کی عجیب حالت ہو گئی تھی۔ وہ مجھے نہیں پہچان رہی تھی، صرف اس آواز کو سنتی جا رہی تھی۔"

فرائیڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ اس پر کس قسم کا دورہ پڑتا ہے۔ تم نیگرو ہو۔ تم اتنا تو جانتے ہو گے کہ ایک وحشی قبیلہ دوسرے دور دراز کے وحشی قبیلے تک ضروری پیغامات پہنچانے کے لئے مخصوص تال پر ڈھول بجاتا ہے۔ وہ ڈھول کی اشاراتی زبان سے باتیں کرتے ہیں۔"

"ہاں، میں یہاں کا باشندہ ہوں، ان کے طور طریقے جانتا ہوں مگر ڈھول کی اشاراتی زبان کبھی سمجھ میں نہیں آئی۔"

"تو پھر اتنا ہی سمجھ لو کہ وہ ڈھول کی خفیہ زبان کے ذریعے لارا کو پکار رہے ہیں۔"

مراد کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اسے یاد آیا کہ لارا ڈھول کی آواز کتنے انہماک سے سن رہی تھی۔ جیسے ان جانے بلاوے کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ مخصوص اشاروں میں لارا کو بلا رہے ہیں؟ لارا کا ان سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے۔" فرائیڈ نے کہا۔ "ہم لارا کو اسی قبیلے سے چرا کر لائے تھے۔"

مراد پھر ایک بار شدید حیرانی سے اس کا منہ تکنے لگا۔ لارنس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک اٹیچی کھولی پھر اس میں سے ایک کتاب نکال کر مراد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "فرائیڈ نے دنیا بھر کے سانپوں کے متعلق یہ کتاب لکھی ہے۔ اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب میں اس وحشی قبیلے کا تذکرہ بھی ہے جو ان پہاڑوں کے پیچھے آباد ہے۔ اس میں لارا اور اس کی ماں کا ذکر بھی ہے۔ اس کتاب میں فرائیڈ نے اپنی زندگی کے حقیقی اور اہم تجربات بیان کئے ہیں۔ تم خود ہی اسے پڑھ کر دیکھ لو۔"

وہ بہت ضخیم کتاب تھی۔ مراد ایک ہی نشست میں نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس نے چند اوراق کو الٹ کر دیکھنے کے بعد کہا۔ "مسٹر فرائیڈ! مجھے دنیا بھر کے سانپوں سے دلچسپی نہیں ہے اور اتنی ضخیم کتاب پڑھنے کا وقت بھی نہیں ہے۔ تم مجھے صرف لارا کے

متعلق بتاؤ کہ اس قبیلے سے اس کا کیا تعلق ہے اور تم کس طرح اغوا کر کے اسے مہذب دنیا میں لائے تھے؟"

فرائیڈ نے ایک سگار نکال کر سلگایا۔ پھر دو چار کش لگا کر دھواں چھوڑنے کے بعد کہا۔ "آج سے تقریباً اٹھارہ برس پہلے میں یہاں آیا تھا۔ مجھے دیوانگی کی حد تک شوق ہے کہ دنیا میں جتنی قسم اور نسل کے سانپ ہیں، میں انہیں آنکھوں سے دیکھوں۔ ان کی تصویریں حاصل کروں اور ان کے زہر کا تجزیہ کروں۔ یہی شوق مجھے ان پہاڑوں کے پیچھے لے گیا۔ وہاں بے شک وحشی قبیلے آباد ہیں مگر وہ نہ تو آدم خور ہیں اور نہ ہی آدم بیزار ہیں۔ اگر کوئی بھولا بھٹکا مسافر وہاں پہنچ جائے تو اسے بڑی عزت سے مہمان بنا کر رکھتے ہیں۔ پھر اسے واپس جانے کے لئے اس کی صحیح منزل کا راستہ بتاتے ہیں۔ اگر مہمان خود ہی شیطان بن جائے اور انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو وہ وحشی درندے بن جاتے ہیں۔ ایسے مسافروں کو زندہ جلا دیتے ہیں یا سانپوں سے ڈسوا دیتے ہیں۔"

لارنس نے مداخلت کی۔ "مسٹر مراد! کیا تم شراب نہیں پیتے ہو؟ کم از کم مہمانوں کے لئے رکھنا چاہئے۔"

مراد اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹی وی کے پاس گیا۔ وہاں ایک کیبنٹ کو کھول کر ووڈکا کی ایک بوتل اور شیشے کے دو جام نکالے۔ ...انہیں ان کے سامنے میز پر لا کر رکھ دیا۔ لارنس بوتل کھول کر اپنے اور فرائیڈ کے لئے جام بنانے لگا۔ فرائیڈ نے اپنا جام ہاتھ میں لے کر "چیرز" کہنے کے بعد اپنی داستان جاری رکھی۔ "جب میں وہاں پہنچا تو پہلے انہوں نے مجھے بھٹکا ہوا مسافر سمجھا۔ میں نے سمجھایا کہ میں دانستہ یہاں آیا ہوں اور زہریلے سانپوں کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ ان کے سردار نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ پہلے تو اپنے چند ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی بیوی کو جو رانی کہلاتی تھی، وہاں سے دور لے جائیں۔ جب رانی چلی گئی تو سپیرے سردار کے حکم سے اپنے اپنے پٹارے اٹھا کر لے آئے۔ کتنے ہی زہریلے قسم کے سانپ نکال نکال کر دکھانے لگے۔ پھر انہوں نے مختلف دھنوں پر بین بجا کر مجھے سمجھایا کہ کون سا سانپ بین کی کس دھن پر مست ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ مٹی کے چھوٹے چھوٹے برتن اٹھا کر لائے اور میرے سامنے رکھے۔ ان برتنوں میں مختلف قسم کے زہر تھے۔"

مراد نے بور ہو کر کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مجھے سانپوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ آپ صرف لارا کے متعلق اہم واقعات سنائیں۔"

فرائیڈ نے کہا۔ "میں جو کچھ بھی کہہ رہا ہوں، وہ لارا کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے مثلاً وہ جو میں نے کہا کہ سانپوں کی نمائش سے پہلے سردار نے رانی کو کہیں دور بھیج دیا تھا تو اس بات کی بھی اہمیت ہے۔ تم ذرا تحمل سے سنو۔ وہاں مہمانوں کی ایسی خاطر تواضع کی جاتی ہے کہ انہیں خوش کرنے کے لئے اپنی عورتیں پیش کرتے ہیں۔ میں ان کے سانپوں سے دلچسپی رکھتا تھا۔ ان کی تصویریں اتار رہا تھا اور اپنے ساتھ لائے ہوئے تحفے انہیں پیش کر رہا تھا، اس لئے سردار نے خوش ہو کر اپنی رانی مجھے پیش کر دی۔ ...رات گزارنے کے لئے مجھے ایک پھوس کی کٹیا میں بھیجا گیا تو وہاں رانی پہلے سے میری خدمت کے لئے موجود تھی۔" اس نے بجھا ہوا سگار دوبارہ سلگا کر ایک کش لگانے کے بعد کہا۔ "مراد! تم نیگرو ہو۔ یہ بات سن کر ناراض نہ ہونا کہ مجھے یہاں کی کالی اور بدصورت عورتیں پسند نہیں ہیں۔ رانی اُلٹے توے کی طرح سیاہ تھی۔ ناک چپٹی، ہونٹ موٹے موٹے تھے۔ اس پر ستم یہ کہ اس کے سر کے بال مونڈے ہوئے تھے۔ وہ جوان تھی مگر ایسی جوان عورت کو دیکھ کر دل میں شاعرانہ امنگ اور چاہت کا جذبہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا تھا کوئی سستی سی خواہش بھی سلگ نہیں سکتی تھی۔ میں نے رانی سے کہا "تم لوگوں کی مہمان نوازی کا شکریہ۔ سردار سے جا کر کہہ دو کہ رات گزارنے کے لئے مجھے کسی عورت کی ضرورت نہیں ہے۔"

رانی نے سیاہ چہرے پر سفید دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے مسکرا کر کہا "تحفہ دینے والا یہ نہیں سوچتا کہ مہمان کو اس کی ضرورت ہے یا نہیں؟ وہ تو صرف خلوص سے مہمان کا مان بڑھانے کے لئے مجھے پیش کر رہا ہے۔ اگر تم مجھے قبول کرو گے تو سردار کی عزت بڑھ جائے گی اور اگر انکار کرو گے تو وہ اپنی بے عزتی برداشت نہیں کرے گا تمہارا دشمن بن جائے گا۔ تمہیں اسی وقت زندہ جلا ڈالے گا۔" وہ مجھے بتانے لگی کہ اس کالی جوانی کو ٹھکرانے کے بعد مجھے کیسی کیسی اذیتیں پہنچائی جائیں گی۔ میری برداشت کی آخری حد تک مجھے زندہ رکھا جائے گا۔ اس کے بعد مجھے کسی سانپ سے ڈسوایا جائے گا، یا آگ کے شعلوں میں جھونک دیا جائے گا۔ اس کی باتیں سُن سُن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ان رونگٹوں کو سُلانے کے لئے مجھے مجبوراً رانی کی بات ماننا پڑی۔

فرائیڈ نے برا سا منہ بنا کر ووڈکا کا دوسرا پیگ ایک ہی سانس میں ختم کر دیا پھر اسے میز پر رکھتے ہوئے کہا "اس رات رانی جو کہتی رہی، میں اس پر عمل کرتا رہا مگر میں نے اپنا چہرہ اس کے چہرے سے دور رکھا۔ اس کے منہ سے عجیب سی بو آ رہی تھی۔ ...اس نے بھی مجھے مجبور نہیں کیا۔ دوسرے دن مجھے سردار نے بتایا کہ وہ ایسی زہریلی عورت ہے جیسی کہ آج لارا ہمارے سامنے نظر آ رہی ہے۔ گزشتہ روز سانپوں کی نمائش کرنے سے پہلے اسے وہاں سے دور اس لئے بھیج دیا گیا تھا کہ وہ بین کی آواز سن کر مست ہو جاتی، پھر مستی اور غصے کی حالت میں کسی کو اپنے دانتوں سے ڈسنا چاہتی۔ یہ سنتے ہی میرے ہوش اڑ گئے، کیونکہ میں نے پوری ایک رات اس زہریلی ناگن کے ساتھ گزاری تھی۔

سردار نے کہا۔ "ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ رانی عام

حالت میں بے ضرر ہوتی ہے۔ جب جوان جذبوں کی آندھی چلتی ہے، اس وقت صرف اس کے دانتوں سے بچ کر رہا جائے تو اس کے قریب جانے والے کو نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ وہ دشمن بننے کے بجائے مہربانی سے پیش آتی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "مگر یہ زہریلی کیسے بن گئی؟"

"یہ خود نہیں بنی بلکہ بنائی گئی ہے۔ ہمارے قبیلے کا یہ دستور تھا کہ ایک نوزائیدہ بچی اور ایک نوزائیدہ بچے کو زہریلی گھٹی پلائی جاتی تھی۔ اس گھٹی میں زہر کا توڑ کرنے والی جڑی بوٹیوں کا عرق بھی ہوتا تھا۔ جیسے جیسے ان بچوں کی عمر بڑھتی تھی، زہر کی مقدار بھی بڑھائی جاتی تھی۔ بچہ جوان ہو کر سردار بنتا تھا اور بچی جوان ہو کر اس کی رانی بن جاتی تھی، مگر اب کسی بچے کو زہریلا بنانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔۔۔۔ کیوں کہ پچھلی کئی نسل سے رانیوں کے بطن سے جو زہریلے لڑکے لڑکیاں پیدا ہوتی آئی ہیں ان کی آپس میں شادیاں کردی جاتی تھیں۔ میں اور میری موجودہ رانی اسی نسل سے ہیں۔"

میں حیرانی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کی باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ زہریلے بھائی بہن کی آپس میں شادیاں ہو جاتی تھیں، تاکہ ان کی زہریلی نسل آگے بڑھتی رہے۔ میں نے اسی وقت وہاں سے واپس چلے آنے کا فیصلہ کرلیا۔ سردار نے کہا کہ میں اور ایک دن ٹھہر جاؤں۔ دوسرے دن مجھے عزت و احترام سے رخصت کردیا جائے گا۔ میں اس کی مرضی کے خلاف وہاں سے نکل نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا ایک دن اور مہمان بن کر رہنا پڑا۔ اس رات بھی رانی میرے بستر پر پہنچ گئی۔ اسے دیکھتے ہی مجھ پر دہشت طاری ہوگئی۔ میں بار بار اس کے بھدے ہونٹوں اور چمکیلے دانتوں کو دیکھتا تھا۔ کسی کو معلوم ہو جائے کہ موت کہاں چھپی ہوئی ہے، تو وہ اس طرف کبھی نہیں جائے گا، مگر رانی نے زبردستی مجھے اپنی طرف کھینچا اور سمجھایا کہ میں محبت سے پیش آؤں گا تو وہ مجھ پر مہربان رہے گی ورنہ مجھے ڈس لے گی۔ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق میں نے وہ رات بھی کالی جنت میں گزار دی۔ دوسرے دن وہاں سے کان پکڑتا ہوا رخصت ہوگیا کہ اب کبھی ادھر کا رخ نہیں کروں گا۔ یہ تمام حقائق اس کتاب میں درج ہیں۔"

فرائیڈ نے اپنے لئے تیسرا پیگ بنایا۔ پھر اس کا ایک گھونٹ پیتے ہوئے کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ باہر رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ ستاروں کی روشنی میں پہاڑوں کا دھندلا سا خاکہ نظر آرہا تھا۔ فرائیڈ کی یادیں ان پہاڑوں کے پیچھے جھانک رہی تھیں اور وہ کہہ رہا تھا۔

"میں نے کان پکڑے تھے کہ ادھر کبھی نہیں جاؤں گا مگر انسان کے سوچنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تقدیر جہاں چاہتی ہے، اسے کھینچ کرلے جاتی ہے۔ بارہ برس کے بعد مجھے ایک سیاح نے بتایا کہ اس قبیلے میں ایک سفید نسل کی لڑکی پرورش پارہی ہے اور وہ لڑکی میری ہے۔ اسے رانی نے جنم دیا ہے۔ میں اس سیاح کی بات کا کبھی یقین نہ کرتا لیکن اس نے تصویری ثبوت پیش کئے۔ وہ رانی اور لارا کی تصویریں اتار کرلایا تھا۔ ان دنوں لارا گیارہ برس کی تھی۔ جب میں وہاں گیا تھا تو میں نے بھی رانی اور سردار کی تصویریں اتاری تھیں اور اپنی ایک تصویر انہیں دے آیا تھا۔ رانی نے اس سیاح کو میری تصویر دکھا کر کہا تھا کہ وہ خوبصورت سی لڑکی اسی تصویر والے کی ہے۔" "اس کے بعد کسی شبہے کی گنجائش نہ رہی، ثبوت ملتے ہی میرا خون جوش مارنے لگا۔ میں یہ برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ ہم گوروں کی نسل کالوں میں پروان چڑھے اور وہ بھی ایک زہر آلود ماحول میں۔ یہ بھی پتا چلا کہ میری بیٹی کو زہریلی بنادیا گیا ہے۔ وہ ہمیشہ نشے کی حالت میں کھوئی کھوئی سی رہتی ہے۔ بیداری کے وقت بھی یوں لگتا ہے جیسے وہ کھلی آنکھوں سے سو رہی ہو۔ اسے دیکھ کر بڑا ترس آتا ہے۔ یہ باتیں سن کر میں تڑپ گیا۔ میں نے لارنس سے مشورہ کیا کہ کیا ہم اسے اپنی مہذب دنیا میں لاکر اسے زہریلی زندگی سے محفوظ رکھ سکتے ہیں؟"

لارنس نے خالی جام میز پر رکھتے ہوئے مراد سے کہا۔ "میں نے فرائیڈ کی حوصلہ افزائی کی۔ مجھے یقین تھا کہ اپنے تجربات کے ذریعے میں لارا کے وجود سے زہر کو خارج کرسکوں گا۔ ہم دونوں دس مسلح نوجوانوں کو لے کر اس قبیلے میں پہنچ گئے۔ فرائیڈ کے پاس شہرِ خطا کے نایاب زہر مہرے ہیں۔ ہم نے نوجوانوں کا حوصلہ بڑھایا کہ اگر انہیں کوئی سانپ ڈس لے گا تو ان زہر مہروں سے انہیں بچالیا جائے گا مگر اس وقت ہماری تقدیر ہم پر کچھ زیادہ ہی مہربان تھی۔ وہاں پہنچ کر پتا چلا کہ سردار مرگیا ہے۔ تمام وحشی اس کی سادھی بنانے کے لئے دریا کے کنارے گئے ہیں۔ اس چھوٹی سی بستی میں عورتیں بچے اور دو چار مرد رہ گئے تھے۔ ہم نے وہاں پہنچتے ہی رانی کی کٹیا میں جاکر لارا کو دیکھا۔ پھر فرائیڈ نے اس کا مطالبہ کیا۔ ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ وہ انکار کرے گی۔ اس کا انکار سنتے ہی ایک نوجوان نے رائفل کے کندے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ زمین پر گر کر بے ہوش ہوگئی۔ ہم نے لارا کے منہ پر سختی سے پٹیاں باندھ دیں تاکہ وہ اپنے دانت استعمال نہ کرسکے۔ ایسا احتیاطاً کیا گیا۔ اس لئے کہ بے چاری نہ تو اپنے باپ کو جانتی تھی اور نہ ہی اپنی قوم کو پہچانتی تھی، وہ کسی وقت بھی ہمارے لئے زہریلی ناگن بن سکتی تھی۔

"بہر حال ہم خلافِ توقع اسے بڑی آسانی سے لے آئے۔ اب وہ اٹھارہ برس کی ہے۔ ان سات برسوں میں میں نے اور فرائیڈ نے جن مشکلات کا سامنا کیا ہے، ان کی تفصیلات تحریری صورت میں موجود ہیں۔ ہم اسے بھی کتابی صورت میں شائع کریں گے۔ ہمیں ان جنگلیوں کی طرف سے خطرہ نہیں تھا کیوں کہ ہم نے اسے افریقہ سے باہر لے جاکر ایسٹ بورن کی اس لال کوٹھی میں چھپا دیا تھا لیکن اس اکیلی لڑکی نے ہمارے ہوش اڑا دیے۔

ہمارا دن رات کا سکون برباد کردیا۔ ابتدا میں وہ ایسی زہریلی تھی کہ اسے ہروقت زنجیروں میں جکڑ کر رکھنا پڑتا تھا۔ اس کے منہ اور ناک سے زہریلی سانسیں نکلتی تھیں۔ قریب جانے سے ہمارا سر چکرانے لگتا تھا۔"

فرائیڈ نے کہا۔ "میں رانی کے قریب بھی رہ چکا تھا۔ اس کے منہ سے بھی زہریلی بو آتی تھی، مگر وہ قابل برداشت ہوتی تھی۔ ... میں اپنی بیٹی کے قریب نہیں جاسکتا تھا۔ وہ اس قدر زہریلی کیسے ہوگئی اور میرا نطفہ ایک زہریلی عورت کی کوکھ میں محفوظ رہ کر کس طرح پروان چڑھا، یہ باتیں حیرت انگیز ہیں۔"

لارنس نے کہا۔ "یہ باتیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں کیوں کہ زہریلے نر، مادہ سانپ کے ملاپ سے ان کی زہریلی نسل آگے بڑھ سکتی ہے لیکن فرائیڈ تو زہریلا نہیں ہے۔ ہماری سمجھ میں یہی بات آتی ہے کہ رانی کے بطن میں لارا کو محفوظ رکھنے کے لئے زہر کا توڑ کرنے والی جڑی بوٹیوں کو استعمال میں لایا جاتا تھا۔ ایسی کچھ جڑی بوٹیوں سے میں بھی واقف ہوں مگر ایک وجود کو محفوظ کرنے کے لئے انہیں کس طرح استعمال کیا جاتا ہے، یہ اب تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔ لارا کو دیکھ کر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ وحشی زہریلے تجربات میں ہم سے بہت آگے ہیں۔"

"ہاں، تو میں کہہ رہا تھا کہ لارا کو زہر سے خالی کرکے صحیح معنوں میں انسان بنانے کے تجربات سے گزرتے گزرتے سات سال گزر گئے۔ وہ ہمیشہ نیند یا نشے کی حالت میں رہتی تھی۔ کبھی کبھی ایسوابلی زبان میں کچھ بڑبڑاتی رہتی تھی۔ میرے علاج سے رفتہ رفتہ زہر کا اثر کم ہونے لگا تو وہ پچھلی باتیں بھولنے لگی۔ وہ زبان بھی اس کے حافظے سے مٹنے لگی۔ میں نے خاص طور سے یہ کوشش کی کہ اس کے منہ سے زہریلی بو آنا ختم ہوجائے تاکہ دوسروں سے کبھی اس کا سامنا ہو تو لوگ اسے غیر معمولی لڑکی سمجھ کر کسی قسم کا شبہ نہ کریں۔ مسٹر مراد! تم دیکھ چکے ہو کہ اب اس کی سانسوں سے ذرا سی بھی ناگوار بو کا احساس نہیں ہوتا۔"

مراد نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں، تمہاری کوششیں کامیاب رہیں مگر ظاہری حد تک، باطن میں وہ اب بھی زہریلی ہے۔"

"ہاں! ایسا کیوں ہے؟ اگر میں طبی نقطۂ نظر سے تفصیلات بیان کروں گا تو تم بور ہوجاؤ گے۔ میں ایک چھوٹی سی مثال دے کر سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ بلڈ کینسر کے مریض کے خون میں زہر پھیل جاتا ہے۔ اس کے بدن کا تمام خون نکال کر دوسرا خون دیا جاتا ہے تاکہ وہ کچھ عرصے زندہ رہ سکے۔ پھر ایک خاص مدت کے بعد وہ خون بھی زہریلا ہوجاتا ہے۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ زہریلے خون کی تھوڑی سی مقدار جسم کے کسی نہ کسی حصے میں باقی رہ جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے نیا خون رفتہ رفتہ زہریلا ہوجاتا ہے۔ یہی حال لارا کا ہے۔ میں نے کئی بار اس کا خون تبدیل کیا مگر وہ رفتہ رفتہ پھر زہریلی ہوجاتی ہے۔ بلڈ کینسر کے مریض مر جاتے ہیں، وہ اس لئے زندہ رہتی ہے کہ پیدائشی طور پر اس کی زہریلی ماں کا خون اور جڑی بوٹیاں اپنا اثر قائم رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈھول کی آواز یا بین کی آواز سن کر اس کے زہریلے خون میں ابال پیدا ہوتا ہے۔ ایسے وقت وہ پچھلی زندگی کے دھندلکے میں بھٹکتی ہے اور اپنی مادری زبان میں بڑبڑاتی ہے...."

لارنس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک بیڈ روم سے لارا کے بڑبڑانے کی آواز سنائی دی "ماما یا نگوی می نٹا کا سانا.... (میری ماں مجھے بلا رہی ہے۔)"

ڈرائنگ روم میں وہ تینوں اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ بہت دور سے ڈھول کی آوازیں جاگ رہی تھیں۔ ایک جگہ پہاڑ کی بلندی پر الاؤ روشن ہوگیا تھا۔ رات کے سناٹے میں دھم دھما دھم کی آوازیں اسے بلا رہی تھی۔

"می می نکوجا۔ (میں آرہی ہوں)۔"

بیڈروم میں کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ مراد دوڑتا ہوا اس طرف گیا۔ فرائیڈ اور لارنس بھی اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے بیڈ روم میں آئے، وہ وہاں نہیں تھی۔

"لارا.... لارا! تم کہاں ہو؟"

"دھم دھما دھم.... دھما دھم دھم...." بالکونی سے آنے والی آزاد ہوائیں آزاد وحشیوں کا پیغام سنا رہی تھیں۔

"لارا.... لارا...." مراد نے باتھ روم میں جھانک کر دیکھا، پھر کمرے کے دوسرے دروازے کو دھکا دیا تو وہ باہر کی طرف کھل گیا۔ باہر گھوڑے کی ٹاپیں سنائی دینے لگیں۔ گھوڑے کی پیٹھ پر سفید ریشم کی نائٹی لہراتی جارہی تھی۔ "می می نکوجا... می می نکوجا..."

"لارا رک جاؤ...." وہ تینوں دوڑتے ہوئے باہر آئے۔

"...واپس آجاؤ لارا...."

وہ ان کی آواز سے دور جاچکی تھی۔ اسے دیکھنے کے لئے ستاروں کی روشنی کافی نہیں تھی۔ رات کا اندھیرا اسے اپنی آغوش میں چھپاتا جارہا تھا۔ مراد دوڑتا ہوا اصطبل میں آیا اور اپنے گھوڑے پر زین کسنے لگا۔ فرائیڈ اور لارنس جن گھوڑوں پر وہاں آئے تھے، لارا ان میں سے ایک گھوڑا لے گئی تھی۔ فرائیڈ دوسرے گھوڑے پر سوار ہوکر جانے لگا۔ لارنس نے اسے روکا۔

"تم نہ جاؤ فرائیڈ۔ رانی تمہاری دشمن ہے۔" مگر وہ گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے جاچکا تھا۔ اسے رانی کی دشمنی کا خوف نہیں تھا۔ بیٹی کی محبت کھینچ رہی تھی۔ اس کے پیچھے مراد گھوڑا دوڑاتا چلا گیا۔ لارا کا پتا نہیں تھا کہ وہ کتنی دور نکل گئی ہے۔ فرائیڈ راستوں کو پہچانتا تھا۔ مراد کا گھوڑا اس کے برابر آگیا تھا۔ رات کی کالی چھاتی پر گھوڑوں کی ٹاپیں تیزی سے دھڑکتی جارہی تھیں۔ مراد کو ہوش نہیں تھا کہ وہ کن راستوں سے گزر رہا ہے۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنی محبوبہ کو پکارتا جارہا تھا۔ "لارا.... میری آواز سنو.... واپس آجاؤ...."

زہر میں بجھا ہوا تیر کمان سے نکل کر واپس نہیں آتا۔ وہ دو پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتے چلے گئے، مہذب دنیا پیچھے رہ گئی۔ وہ پہاڑی بھی گزر گئی جہاں الاؤ روشن تھا۔ مراد کی تڑپتی مچلتی ہوئی پکار سے پہاڑیاں گونج رہی تھیں۔ رات کا سناٹا زخمی ہو رہا تھا۔ اے عشق! تیرا خانہ خراب! تو زہر میں بجھ کر دلوں میں سلگتا ہے، انسان کو اس کی اپنی تہذیب سے اپنی دنیا سے دور لے جاتا ہے، اس عاشق کو کہاں لے جاکر اپنا زہر پلائے گا؟

اچانک کالی رات کے پردے سے کالے کالے وحشی نکلے اور انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وہ اپنے اپنے نیزے تان کر ان کے قریب آتے چلے گئے، اتنی دیر بعد مراد اور فرائیڈ کو ہوش آیا کہ وہ لارا کو پکڑ کر واپس لانے کے لئے وہاں تک نہتے چلے آئے ہیں۔ مراد کو اس کی پروا نہیں تھی کہ اس کا انجام کیا ہوگا... اس نے چیخ کر کہا۔ "مجھے اس لڑکی کے پاس لے چلو، جو اسی طرف آئی ہے۔"

جس طرف وہ گئی تھی، اب وہ منزل دور نہیں تھی۔ آدھ گھنٹے کی مسافت کے بعد رات روشن ہوگئی۔ چاروں طرف مشعلیں جل رہی تھیں۔ وحشی مرد، عورتیں اور بچے دور تک نظر آرہے تھے، کتنے ہی مرد بڑے بڑے ڈھول بجا رہے تھے، عورتیں ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالے خوشی سے جھومتی ہوئی کوئی گیت گا رہی تھیں، اور لارا..... لارا ایک اونچے سے چبوترے پر تازہ گھاس کے تخت پر شہزادی کے انداز میں سر اٹھائے، گردن اکڑائے بیٹھی تھی۔ وہ رانی بننے کی عمر کو پہنچ چکی تھی، اور عین وقت پر وہاں پہنچی تھی۔ اس کی آمد پر جشن منایا جا رہا تھا۔

مراد نے پوری قوت سے چیخ کر اسے آواز دی۔ "لارا..... میں آگیا ہوں۔ مجھے دیکھو، میں تمہارا مراد ہوں......"

بڑے بڑے ڈھول اس سے بھی اونچی آواز میں گونج رہے تھے۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز کی طرح مراد کی آواز دب کر رہ گئی، لارا، رانی کے پاس خاموش بیٹھی، اس کی باتیں سن رہی تھی۔

وحشیوں نے جب مراد اور فرائیڈ کو سامنے دو درختوں سے الگ الگ باندھ دیا تب اس نے سر گھما کر ان کی طرف دیکھا، اس کی وہی حالت تھی، وہ خوابیدہ آنکھوں سے مراد کو دیکھتی ہوئی جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ رانی نے اس کے قریب جھک کر پوچھا۔ "کون ہے وہ؟ کیا اس نوجوان کو پہچانتی ہو؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس کے اٹھنے اور کھڑے ہونے میں ایک شہزادی کا سا وقار اور غرور تھا۔ وہ مسلسل مراد کو دیکھتی ہوئی، چبوترے سے اترتی ہوئی، اس کی طرف بڑھتی آرہی تھی۔ اس کی چال میں شاہانہ تمکنت تھی مگر چہرے پر بدستور معصومیت تھی، اس کی آنکھیں پیار کے رشتے کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھیں۔ وہ مراد کے بالکل قریب آکر کھڑی ہوگئی۔ رانی بھی اس کے پیچھے چلی آئی تھی۔

مراد نے پوچھا "لارا... کیا ہوا تمہارے پیار کا وعدہ؟ کیا تم نے اتنی جلدی مجھے بھلا دیا ہے؟"

لارا اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس کے چہرے کو ٹٹولنے لگی۔ پھر بڑی نقاہت سے بولی "تم مراد ہو، میرے مراد ہو، میں تمہیں کبھی نہیں بھول سکتی۔ تم مجھے اپنے ساتھ یہاں لے آئے۔ میری ماں کے قریب لے آئے۔ تمہاری محبت نے مجھے یہاں پہنچا دیا۔ رانی ماں! اسے کھول دو....."

رانی نے پوچھا۔ "بیٹی! کیا یہ آزاد ہو کر ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا؟"

"نہیں رانی ماں... یہ میرا دیوانہ ہے۔ یہ خود مر جائے گا مگر مجھ پر آنچ نہیں آنے دے گا۔"

"میں تمہاری خواہش کے مطابق اسے کھول دیتی ہوں، مگر میں اپنی حفاظت کی خاطر اسے کٹیا میں قید کر دوں گی۔"

اس کا حکم سن کر چار وحشیوں نے مراد کو رسیوں کی بندش سے آزاد کر دیا، پھر اسے سامنے والی ایک کٹیا میں لے جاکر بند کر دیا۔ لارا نے اعتراض کیا تو رانی نے اسے سمجھایا کہ جب مراد پر مکمل اعتماد ہو جائے گا تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ کٹیا... سرکنڈوں کی دیواروں سے بنی ہوئی تھی، کہیں کہیں... ٹوٹ گئے تھے۔ باہر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا، ... تمہاری ... میں نیزے لئے کٹیا کے چاروں طرف پہرا دے رہے ... کرنی چاہتا ... ایک درخت سے فرائیڈ بندھا ہوا تھا۔ رانی نے دو وحشیوں ... دیا کہ وہ لارا کو تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے دور لے جائیں، ... ہی حکم کی تعمیل کی گئی۔ جب لارا وہاں سے چلی گئی تو دو سپیرے بین لے کر آئے اور رانی کے اطراف کھڑے ہوگئے۔

رانی نے فرائیڈ کو گھورتے ہوئے کہا "سردار نے تجھے مہمان بنا کر تیری عزت کی تھی، مگر تو دشمن بن کر میری بیٹی کو مجھ سے چھین کر لے گیا۔"

"وہ میری بھی بیٹی ہے۔" فرائیڈ نے کہا۔ "تم اسے ناگن بنا چکی ہو، میں اسے انسان بنا رہا ہوں۔ اس معصوم پر رحم کرو۔ تم مجھے مار ڈالو مگر اسے مراد کے ساتھ جانے کی اجازت دے دو۔"

"تمہاری بیٹی اب یہاں کی رانی بننے والی ہے۔ وہ اب کہیں نہیں جا سکے گی البتہ تم اس دنیا سے چلے جاؤ گے۔"

رانی نے سپیروں کو آنکھ کا اشارہ کیا، وہ دونوں بین بجانے لگے۔ ڈھول کی آوازیں بند ہوگئیں۔ رات کی خاموشی میں بین کی آواز گونجنے لگی۔ رانی آنکھیں بند کئے پہلے اس آواز کو سنتی رہی۔ آگے پیچھے جھومتی رہی پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی، وہ رقص کے انداز میں پاؤں اٹھا کر فرائیڈ کی طرف بڑھنے لگی۔

فرائیڈ نے چیخ کر کہا۔ "مراد! تم کہاں ہو؟ یہ ناگن مجھے ڈسنے آرہی ہے۔ زہر مہرہ میری جیب میں ہے مگر میرے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ پلیز میری مدد کرو۔"

مراد اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے بھاگتا ہوا کٹیا کے دروازے سے باہر نکلا! اچانک چاروں طرف سے نیزوں نے اسے

گھیر لیا۔ فولاد کی چمکتی ہوئی انیاں اس کے جسم کے اطراف چبھ رہی تھیں۔ بین کی آواز تیز ہوتی جارہی تھی، رانی مستی میں رقص کرتی ہوئی منہ سے زہریلی سانسوں کے بھپکے چھوڑ رہی تھی۔ وہ سر کو جھٹک جھٹک کر پھنکارتی جارہی تھی۔ مراد سے برداشت نہ ہوسکا وہ نیزہ برداروں سے گتھم گتھا ہوگیا، وہ رانی کے حکم کے بغیر اسے ہلاک نہیں کرسکتے تھے لہٰذا پیچھے سے کسی نے اس کے سر پر ایک پتھر سے ضرب لگائی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ اس نے زمین پر گرتے گرتے دیکھا، رانی ناگن کی طرح فرائیڈ سے لپٹ کر اپنے دانتوں کو اس کی گردن میں اتار رہی تھی۔ ...فرائیڈ کی ایک دلدوز چیخ سنائی دی اس کے بعد مراد کو کچھ دیکھنے سننے کا ہوش نہ رہا۔

جب ذرا ہوش آیا تو لارا اسے جھنجھوڑ کر آوازیں دے رہی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ گھاس کے ایک آرام دہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ لارا ندامت سے کہہ رہی تھی۔ "مجھے معاف کردو مراد! مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے جاتے ہی وہ تمہیں زخمی کریں گے۔ تم میرے لئے خطرات کا سامنا کرتے ہو میری ... ہمیشہ تمہارے لئے مصیبت بن جاتی ہوں۔ میں ایسی وحشی زہریلی تجربانہ تمہیں عورت کا پیار بھی نہیں دے سکتی۔ میں "ہاں "تو میرا!" وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی۔

...عنوں میں انسا نے کٹیا میں آکر کہا۔ "مراد..... میری بٹی ابھی نادان سال گزر گئے کچھ نہیں سمجھتی مگر تمہیں سمجھنا چاہئے کہ تم اس زہریلی بھی ایسی کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکو گے۔ ہم جنون کی حالت میں رشتہ رفتے ہیں تو کسی رشتے کو نہیں پہچانتے، اپنی محبت کو بھی ڈس لیتے ہیں... اگر میرے سردار کی طرح تم بھی زہریلے ہوتے تو میں اپنی بیٹی کی خوشی کے لئے تمہیں داماد بنالیتی لیکن تمہارے ساتھ اس کا رشتہ نہیں ہوسکتا۔ عقل سے کام لو اور یہاں سے چپ چاپ چلے جاؤ۔"

مراد نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "لارا جیسی بھی ہو، میں اسے سینے سے لگا کر رکھوں گا۔ اس کا باقاعدہ علاج کراؤں گا اس لئے میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

رانی نے غصے سے کہا۔ "مجھ سے دشمنی کا انجام تم دیکھ چکے ہو کہ میں نے فرائیڈ کو کس طرح ڈس لیا تھا۔ تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔"

لارا، مراد کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہوگئی اور غصے سے بولی۔ "رانی ماں.... تم مراد کو دھمکی نہ دو۔ ورنہ میں تمہاری دشمن بن جاؤں گی۔"

رانی پھنکارتی ہوئی اس کی طرف یوں بڑھی جیسے ابھی اس پر دانت مار کر اسے گستاخی کی سزا دے گی مگر پھر اس کے قدم رک گئے، لگتا تھا جیسے وہ سمجھ گئی تھی کہ بیٹی پر اس کا زہر اثر نہیں کرے گا، بھلا سپولئے کو سانپ کیا کاٹے گا! مگر اس کے اچانک رک جانے کی وجہ کچھ اور تھی۔ وہ سر اٹھا کر دور سے آنے والی آوازیں سن رہی تھی۔ رات کی خاموشی میں جلد ہی ان آوازوں کی وضاحت ہوگئی۔ دور بہت دور کتنے ہی گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دے رہی تھیں۔ رانی تیزی سے چلتی ہوئی کٹیا سے باہر چلی گئی۔ مراد فوراً ہی بستر سے اٹھ بیٹھا۔ رانی باہر جاکر چیخ رہی تھی کہ لارا کی حفاظت کی جائے۔ شاید دشمن ان کی ہونے والی رانی کو دوبارہ چھیننے کے لئے آرہے ہیں۔

مراد کٹیا کے دروازے سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ پہلے دو وحشی جھکتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئے۔ مراد نے ایک کے نیزے پر ہاتھ ڈال کر اسے زور کی لات ماری، وہ دوسرے پر گرا۔ ..وہ دونوں اس طرح گرے تھے کہ داخلے کا راستہ رک گیا تھا، مراد نے للکار کر کہا۔ "خبردار! اندر نہ آنا۔ میں کسی کی جان لینا نہیں چاہتا۔ اگر کوئی آیا تو مجھے مجبوراً خون کی ہولی کھیلنی پڑے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک چاروں طرف سے فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔ عورتیں اور بچے چیخنے لگے، وہ چیخیں ادھر سے اُدھر بھاگ رہی تھیں۔ بہت سے گھوڑے اب کٹیا کے آس پاس دوڑ رہے تھے۔ اسی شور و ہنگامے میں لارنس کی آواز سنائی دی۔ "فرائیڈ! میرے دوست، تم کہاں ہو؟ میں تمہاری مدد کے لئے پہنچ گیا ہوں۔ مجھے آواز دو۔"

مراد کے دل پر ایک گھونسا سا لگا۔ دنیا بھر کے زہروں کی پہچان رکھنے والے کو ایک عورت کے زہر نے ہمیشہ کے لئے خاموش کردیا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "لارنس! تمہارے دوست کو رانی نے ہلاک کردیا ہے۔ ہماری مدد کرو۔ ہم اس کٹیا میں ہیں۔"

"میں رانی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" لارنس پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔ "تم باہر آجاؤ اب یہاں خطرہ نہیں ہے۔"

مراد، لارا کا ہاتھ پکڑ کر کٹیا سے باہر آگیا۔ باہر کتنے ہی وحشی مُردہ پڑے ہوئے تھے۔ ان کی عورتیں اور بچے ایک طرف سہمے کھڑے تھے لارنس، رانی کو رائفل کے کُندے سے مار مار کر زخمی کر رہا تھا۔ وہ اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا تھا۔ چاروں طرف رائفل بردار نیگرو گھوڑوں پر سوار تھے۔ کسی بھی وحشی کی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ رانی کو موت کی سزا سے بچا سکتا۔ مگر لارا، مراد سے اپنا ہاتھ چھڑا کر چیختی ہوئی لارنس کی طرف بھاگی۔

"چھوڑ دو میری رانی ماں کو.... میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی......" وہ اپنے دانت کچکچاتی ہوئی ایک دم سے لارنس کے قریب پہنچ گئی۔ لارنس اگر ذرا بھی غافل ہوتا تو لارا جنون کی حالت میں اسے ڈس لیتی۔ وہ فوراً ہی اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ لارا فرش پر اپنی ماں کے پاس گر پڑی۔ لارنس پر بھی جنون طاری ہوگیا تھا۔ اس نے لارا کو بھی مارنے کے لئے رائفل کا کُندا اٹھایا۔ مراد نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "یہ کیا کرتے ہو؟ یہ بے چاری معصوم ہے۔"

وہ معصوم غصے سے تلملاتی ہوئی اٹھی... ناگن کی طرح پھنکارتی ہوئی پھر لارنس کی طرف بڑھی۔ مراد نے دونوں ہاتھ

بڑھا کر اسے روکا تو اس نے دانت کچکچاتے ہوئے اس کے ہاتھ پر منہ مارا۔ مراد نے فوراً ہاتھ ہٹالیا پھر دوسرے ہاتھ سے اس کے بالوں کو سختی سے جکڑ کر پوچھا۔ "لارا! کیا تم مجھے ڈسنا چاہتی ہو؟ میں تمہارا مراد ہوں۔"

مگر وہ کسی مراد کو نہیں پہچان رہی تھی' صرف اپنے غصے کو پہچان رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے وہ مراد کی خاطر اپنی رانی ماں سے ٹکرانے کے لئے تیار ہو گئی تھی مگر جب غصے کا زہر دماغ پر چڑھتا تھا تو وہ صرف زہریلے رشتوں کو یاد رکھتی تھی۔ پیار کے رشتے کو بھول جاتی تھی۔ وہ جھنجلا کر مراد کی مٹھی سے اپنے بالوں کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لارنس نے ایک گھونسا اس کی کنپٹی پر رسید کر دیا' اس کی جدوجہد ایک دم سے سرد پڑ گئی۔ اس کا سر چکرایا پھر وہ غافل ہو کر مراد کے بازوؤں میں جھول گئی۔

لارنس نے غصے سے کہا۔ "مراد! یہ لڑکی بھی بے حد خطرناک بن گئی ہے' اس سے انسان بننے کی توقع فضول ہے' اسے بھی یہیں ختم کر دو۔"

"بکواس مت کرو۔" مراد نے کہا۔ "یہ غصے میں ہمیں ہلاک کرنا چاہتی ہے' غصے میں تم بھی اسے مار ڈالنا چاہتے ہو' پھر دونوں میں فرق کیا ہے؟ غصے کا زہر تو ہر انسان کے اندر ہوتا ہے۔ پہلے تو اپنے اندر کا زہر ختم کرو۔"

وہ لارا کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر ایک گھوڑے کے پاس آیا۔ لارنس اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ وہ ان کی مدد کے لئے ٹانگا نیکا کے نیگرو جوانوں کو لے کر آیا تھا' یہ نیگرو ہر حال میں مراد کی حمایت کر سکتے تھے۔ اگر انگریز حمایتی ہوتے تو لارنس اس وقت مراد کو بھی ٹھکانے لگا دیتا۔

مراد نے گھوڑے پر سوار ہو کر کہا "ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہئے ورنہ دوسرے قبیلے کے لوگ یہاں پہنچ جائیں گے۔"

زخمی رانی نے ہانپتے کانپتے ہوئے کہا "میری بیٹی کو نہ لے جاؤ۔ میری بات مان لو ورنہ پچھتاؤ گے' یہ زہریلی......"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی لارنس نے اسے گولی مار دی۔ پھر وہ بھی اپنے گھوڑے پر آ کر بیٹھ گیا۔ ان سب نے احتیاطاً پہلے چاروں طرف فائرنگ کی پھر گھوڑوں کو ایڑ لگا کر مہذب دنیا کی طرف لوٹ گئے۔ مراد ایک ہاتھ سے لگام اور دوسرے ہاتھ سے لارا کو تھامے ہوئے تھا۔ وہ اس کے کاندھے پر لدی ہوئی تھی۔ گھوڑے کی تیز رفتاری سے جھٹکے لگ رہے تھے' لارا کا سر اس کے شانے پر ادھر سے ادھر جھول رہا تھا اور اس کے ادھ کھلے' رس بھرے یا زہر بھرے ہونٹ بار بار اپنے محبوب کی گردن تک پہنچ رہے تھے۔

گھوڑے تیزی سے آگے بھاگ رہے تھے' رات تیزی سے پیچھے جا رہی تھی۔ لارنس ستاروں کی روشنی میں لارا اور مراد کو
ہا تھا اور سوچتا جا رہا تھا کہ لارا کے دانت اگر مراد کی
مں اتر جائیں تو کیا ہو؟ وہ لڑکی اپنے باپ کی ہلاکت کا

باعث بنی تھی۔ اب محبوب کے اند
مراد کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی تو اسے پ
ملے گا۔ زہر کا مزہ چکھنے کے بعد اسے پتا چلے
ہوتا ہے؟

آدھی رات کے بعد وہ مراد کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ نیگرو نوجوان دوسری صبح آنے کا وعدہ کر کے وہاں سے چلے گئے۔ لارنس مہمان کی حیثیت سے مراد کی کوٹھی میں رہ گیا' اس لئے بھی وہاں رہ گیا کہ اسی رات وہ اس زہریلی ناگن کو کچل دینا چاہتا تھا۔ اس ناگن نے اسے سات برس سے پریشان کر رکھا تھا۔ اتنی پریشانیوں کے بعد اس کا باپ بے موت مر چکا تھا' اب وہ زندہ رہ کر کسی دن اسے بھی ہلاک کر سکتی تھی مگر اس ناگن کو کچلنے سے پہلے مراد کو راستے سے ہٹانا ضروری تھا' وہی اس ناگن کو لال کوٹھی سے نکال کر وہاں لے آیا تھا۔ اس کے ذہن میں پلاننگ تھی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ وہ بار بار مراد کی خواب گاہ میں جھانک کر دیکھ رہا تھا۔

لارا ہوش میں آ گئی تھی اور اب مراد کے سینے پر سر رکھے پھر ایک بار معافی مانگ رہی تھی۔ "میں کیا کروں مراد؟ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا' تم کہتے ہو کہ میں تمہیں ڈسنا چاہتی تھی۔ تمہاری قسم' مجھے کچھ بھی یاد نہیں ہے' اب تمہاری باتیں سن کر جی چاہتا ہے کہ ابھی مر جاؤں۔ میں تمہاری دشمن بن کر زندہ نہیں رہوں گی۔"

"نہیں میری جان! تم میری دشمن کبھی نہیں بن سکتیں۔ غصے میں تو سب ہی ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ میں یہی کوشش کروں گا کہ تمہیں کسی بات پر غصہ نہ آئے۔" پھر وہ اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے بولا۔ "میں بہت تھک گیا ہوں' آؤ ہم تھوڑی دیر کے لئے سو جائیں۔"

"مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔ آؤ میں تمہیں سلا دیتی ہوں۔" وہ سرہانے بیٹھ کر اس کے بالوں میں اپنی مخروطی انگلیاں پھیرنے لگی۔

لارنس دیکھ رہا تھا' مراد کی آنکھیں نیند میں ڈوب رہی تھیں۔ ...اس کا ذہن بھی صبح تک کے لئے اس دنیا سے غافل ہونے والا تھا۔ اس نے اپنی اٹیچی سے ایک کیسٹ ریکارڈر نکالا اور اس کے تار کو سوئچ بورڈ سے منسلک کیا پھر اس میں اپنی پسند کا ایک کیسٹ لگا دیا۔ لارا اپنے خوابیدہ محبوب کو بڑے پیار سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں پیار کے جوت سے جگمگا رہی تھیں۔ اس نے آہستگی سے جھک کر اپنے محبوب کی پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے کہا۔ "لارا کی جان! جی چاہتا ہے کہ تمہیں سر سے پاؤں تک چ
مگر اپنے زہر سے ڈرتی ہوں۔ نہیں' میں اپنے دا
گی مگر تمہیں پیار نہیں کروں گی۔"
بڑبڑانے کے
کہیں سے بڑ

...تر کر فرش پر آ گئی' بین کی آواز جادو
گھیر لیا۔ فولاد کی چمکتی ہوئی اُبھرنے لگی آہستہ آہستہ لارنس کے
رہی تھیں۔ بین کی آواز نے گئی مگر لارنس نے دروازے کو اندر سے
بند کرنے کے بعد ٹیپ ریکارڈر کو آن کیا تھا۔ وہ دروازے سے
اپنے سر کو ٹکرانے لگی' جب دروازہ نہ کھل سکا تو وہ غصے میں پلٹ
کر خواب گاہ میں واپس آ گئی۔ بین کی آواز لحہ بہ لحہ سحر پھونک
رہی تھی اور اس کے روئیں روئیں میں مستی جگا رہی تھی۔

مراد سو رہا تھا۔ ناگن جاگ رہی تھی' اس کی بڑی بڑی
آنکھیں اب نیلی جھیل جیسی نہیں تھیں' ان میں وحشت ناچ رہی
تھی۔ بین کی سُریلی لے پر اس کے بدن کی ڈالی لچک رہی تھی'
ناگن کی طرح بل کھا رہی تھی' وہ جنون کی حالت میں سانسوں کے
بھبکے چھوڑتی ہوئی اور پھنکارتی ہوئی مراد کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اے محبت جاگ..... زہر کی آندھی چل رہی ہے..... نفرت
کی بین بج رہی ہے۔ سونے والے سوتے ہی رہ جاتے ہیں......"

...ابھی وہ اپنی زلفوں کے سائے میں محبوب کو پیار سے سُلا رہی
تھی' عقیدت سے اس کی پیشانی چوم رہی تھی' اب دوسرے ہی
لمحے میں اس پھول بدن کا مزاج بدل گیا تھا۔ اب وہ غفلت سے
اُسے چوم کر زہر کی چھاؤں میں سُلانے آ رہی تھی۔

بین کی آواز مدّوجزر کی طرح اترتی چڑھتی جا رہی تھی۔ وہ
بستر پر چڑھ گئی' مراد کی گردن پر جھک گئی' پھر سانس کے ایک جھٹکے
کے ساتھ اس کے دانتوں نے محبت کے اعتماد کو ڈس لیا۔ زہر کی
جلن سے مراد کی آنکھیں کھل گئیں مگر دیر سے کھلیں۔ "آں...
آنک... آنک..." اس نے کچھ کہنا چاہا مگر آواز مر گئی' آخری دم
اس کے دیدے اپنی محبوبہ کو شکایت بھری نظروں سے دیکھتے دیکھتے
ساکت ہو گئے۔

خواب گاہ میں سناٹا چھا گیا' بین کی آواز بھی مر چکی تھی۔
لارا کا سر اپنے محبوب کے سینے پر ڈھلک گیا تھا۔ یہ وہی سینہ تھا'
جہاں اسے آرام ملتا تھا۔ اب بھی وہ آرام سے وہاں سر رکھے
ہوئے تھی' اس کا دماغ پُرسکون ہو رہا تھا۔ وہ زہریلی دنیا سے واپس
آ رہی تھی' پھر آنکھ کھلتے ہی وہ چونک کر اپنے محبوب کو دیکھنے لگی۔
ایک دم سے گھبرا کر اسے جھنجھوڑنے لگی' اسے آوازیں دینے لگی
مگر اس کے جسم پر زہر کے اثرات بتا رہے تھے کہ اب وہ اس کی
آواز نہیں سنے گا۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا' وہ اپنے آپ سے
نفرت کرنے لگی۔

"کیا یہی محبت ہے؟ جس نے مجھے پیار دیا میں نے اسے زہر
دیا۔ جس نے مجھ پر احسان کیا' میں نے اسے مار ڈالا۔ میں محبت
کے قابل نہیں ہوں' میں ناگن ہوں' کوئی مجھے کچل ڈالے تو اچھا ہو۔"
دانت مارے' آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر پچھتاوے کے آنسو کسی کو
مرنے' لگتا تھا جیسے رہے تھے۔ اس کی نظریں اپنے محبوب کی گردن
کرے گا' بھلا سپولئے کو سانپ... نظر آ رہے تھے' اس نے
رک جانے کی وجہ کچھ اور تھی۔ وہ سر اٹھا کر دو... اسے کیا سوجھی
آوازیں سن رہی تھی۔ رات کی خاموشی میں جلد ہی

یا قدرت نے کیا سکھایا کہ اس نے اپنے ہونٹ اس نشان پر رکھ
دیئے وہ اپنا ہی زہر چوسنے لگی۔

لارنس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں' وہ سمجھ چکا تھا کہ اب وہ
ناگن اپنے ہونٹوں سے زہر مہرے کا کام لے رہی ہے مگر اس کی
جرأت نہ ہوئی کہ وہ خواب گاہ میں پہنچ کر اسے اس عمل سے
روک دیتا۔ اسے اپنی جان کا بھی خطرہ تھا۔ وہ غصے میں اس کی
طرف پلٹ سکتی تھی۔ اسے گولی کا نشانہ بنا کر قانون کی گرفت میں
بھی نہیں آنا چاہتا تھا۔ اس لئے چپ چاپ تماشا دیکھنے پر مجبور
ہو گیا۔

وہ زہر چوس رہی تھی اور ایک طرف تھوکتی جا رہی تھی۔
گھڑی کی ٹک ٹک بھی وقت کے ایک ایک لمحے کو تھوکتے ہوئے
گزر رہی تھی۔ بند گھڑی کو دوبارہ چابی دی جائے تو اس کی
دھڑکنیں واپس آ جاتی ہیں۔ مراد کا دل ہولے ہولے اپنی
دھڑکنوں کو یاد کرنے لگا' ہولے ہولے سانس آنے لگی۔ موت
کے اندھیرے میں زندگی کی کرن پھوٹ رہی تھی' بڑی دیر بعد اس
نے دھیرے سے آنکھیں کھول کر دیکھا تو تمام منظر دھندلایا ہوا تھا۔
...کوئی اس کے بستر کے پاس کھڑا تھا۔ وہ پیکر دھندلا دھندلا سا نظر
آ رہا تھا۔

لارا وہاں سے پلٹ کر الماری کے پاس جا رہی تھی۔ اس
نے الماری کو کھولا' دراز کو کھولا' اس میں سے ہاتھ بھر کا چاقو
نکال کر اسے بھی کھولا۔ پھر اسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس
کے قریب آ گئی اور آنسوؤں کی دھندلاہٹ میں سسکیاں لیتی ہوئی
کہنے لگی۔ "میرے محبوب! جب سے تم ملے ہو' میں پیار کی ایک
بوند کے لئے ترس رہی ہوں۔ تم میرے لئے جان دے سکتے ہو مگر
اپنے لب میرے لبوں کے قریب نہیں لا سکتے۔ تم بھی مجبور ہو'
میں بھی مجبور ہوں۔ اب میں سمجھ گئی ہوں کہ زندہ رہوں گی تو پھر
کسی دن کسی بھی لمحے ناگن بن کر اپنے ہی پیار کو ڈس لوں گی۔"
اس نے چاقو کی نوک اپنے سینے پر دھڑکتے ہوئے دل کی جگہ رکھ لی۔
"... میں یہ الزام نہیں اٹھانا چاہتی کہ میرے زہر نے تمہیں مار
ڈالا ہے ہاں' یہ الزام خوبصورت ہے کہ ایک پھول بدن کے زہر
نے مار ڈالا......"

اس نے ایک جھٹکے سے چاقو کے پھل کو دستے تک اپنے دل
کی دھڑکنوں میں اتار لیا پھر بڑی آہستگی سے جھکتی ہوئی فرش پر
ڈھلک گئی۔

مراد کے وجود سے زہر کی دُھند چھٹ گئی تھی مگر نگاہوں کے
سامنے اب بھی ہلکی ہلکی سی دُھندلاہٹ باقی تھی' ذہن صاف نہیں
ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا' شاید یہ سب ایک خواب ہے۔ بیدار
ہوتے ہی اس کی معصوم محبوبہ اس کے سینے سے آ کر لگ جائے گی۔
"... لارا..... لارا..... مجھے بیدار ہونے دو میری جان......"

(کارنل وولرچ کے ناول "سیوج برائڈ" سے طرح
... ہاتھ